

خطیب کتب :

انجذاب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیخانو الراہوی

برادران اسلام - آپ کو معلوم ہے کہ ہر حکومت میں ایک حکمران کا ہونا ہے اور یہ حکم حکومت کے لئے بہت زیادہ ضروری اور بہت بڑا اہم ہوتا ہے۔ اس کے سوا سلطنت کا نظام چل ہی نہیں سکتا۔ بلکہ حکمران کے سوا امن قائم نہ ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن کٹائیوں میں سرکاری ڈاک آتی ہے۔ وہ منیجر ٹرینوں سے بہت زیادہ تیز رفتار ہوتی ہیں۔ تاکہ ذمہ داران حکومت تک ہر جگہ کے حالات جلد از جلد پہنچ سکیں۔ مثلاً مغربی پاکستان کی حکومت کا مرکز آج کل ٹری ہے۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان خیر میل کس تیز رفتار سے مرکز سے چلتی ہے تاکہ ماتحت مراکز کو جلد از جلد مرکزی حکومت کے احکام پہنچ سکیں اور کراچی جانے والی میل ٹرین بھی اسی تیز رفتار سے مرکز کی طرف دوڑتی ہے۔ تاکہ ماتحت مراکز کے حالات جلد از جلد حکومت کے سب سے بڑے مرکز میں پہنچ جائیں۔ آج کل فر حکام بالا اور حکام ماتحت کے درمیان جلد از جلد خبر رسانی کے اور ذرائع بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً ہوائی جہاز۔ ٹیلیفون۔ ڈائریس۔ بہر حال نظام سلطنت کے چلانے کے لئے ذرائع خبر رسانی دجے ڈاک کہا جاتا ہے) کا مکمل ہونا اشد ضروری ہے۔ جس ملک کا ڈاک کا انتظام مکمل ہوگا۔ اس ملک کی انتظامیہ دگر حکام درست کرنا چاہیں) بھی بہت اچھی ہوگی۔ اور اگر یہ نظام خراب ہوگا تو ملکی نظم و نسق ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔

روحانی ڈاک جمع کر کے دربار الہی میں پہنچانے والے  
قَوْلُهُ تَعَالَى ذَاكَ عَلَيْكُمْ لَحِظَاتٍ كَرَامًا كَاتِبِينَ  
يَكْتُبُونَ مَا تَعْمَلُونَ (سورة الانعام رکوع ۱۱۰ ص ۱۰۸)  
ترجمہ اور بے شک تم پر محافظ ہیں عزت والے  
اعمال لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَابِعُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ  
بِالْأَعْيُنِ وَمَلَائِكَةٌ بِالْأَسْمَاءِ وَيُحْفَظُونَ فِي  
صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْغَدَاةِ ثُمَّ كَيْسَرُ جَرَنَ  
الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ كَيْسَاءَ لُهُمْ دَبَاهُمْ وَهُوَ  
أَهْلُهُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَتَوَلَّوْنَ  
تَرَكْنَا هُمْ وَهُمْ يَصُورُونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ  
لَيَصُورُونَ (متفق علیہ)  
ترجمہ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے منہ سے پاس یکے بعد

ساشیہ شیخ الاسلام  
حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مدنی شیخ الاسلام پاکستان  
اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ یعنی نامہ اعمال  
اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ  
کر لے جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں یا  
زیادہ تر نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا  
کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔  
دوبارہ نبوی سے بیعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اعمال کی روزانہ جو ٹراک زمین سے بارگاہ الہی میں جاتی ہے۔ وہ محفوظ رکھی جاتی ہے۔

رَوَى عَنْ عَيْنِ اللَّهِ بْنِ حَمْرٍ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ سَيَخْلُصُ رَجُلًا مِّنَ الْأُمَّةِ عَلَى دُوبِ الْخَلَائِثِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَبَشْرٌ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ سِجْلًا كُلُّ سِجْلٍ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُنْكِرُ مِمَّنْ هَذَا شَيْئًا أَظْلَمْتَ كَذَّبَنِي الْخَافِضُونَ يَقُولُ لَا يَا رَبِّ يَقُولُ أَفَلَاكَ عُدُوٌّ قَالَ كِبَارُ رَبِّ يَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِدًّا نَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ لِحَاقَتِ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُهُ يَتَوَلَّى أَخْضَرُ وَرُسْلِكَ يَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذَا الْيَاقَاطَةُ

مَعَ هَذِهِ السَّجَّاتِ يَقُولُ إِنَّكَ لَا تَعْلَمُ  
قَالَ فَمَتَى السَّجَّاتُ فِي كَفِّهِ وَأَلْبَسَتْهُ  
فِي كَفِّهِ فَكَاشَتْ السَّجَّاتُ وَكَلَبَتْ يَدَا  
فَلَا يَنْقَلِبُ مَعَ اسْمِ اللَّهِ شَيْءٌ وَدَوَاةُ الرِّزْقِ دَانِ  
نتیجہ: عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ  
میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن  
لوگوں کے سامنے بجات دیگا۔ اس پر سنانوے دفتر  
دگنا ہوں گے کھولے گا۔ ہر ایک دفتر اس کے لیے  
کی دوری جتنا ہوگا۔ پھر فرمائے گا کیا تم اس میں  
سے کوئی چیز کا انکار کر سکتے ہو۔ کیا تم میرے  
لکھے ملے محافظوں نے غلم کیا ہے۔ کہے گا نہیں آ  
میرے رب پھر فرمائے گا۔ یا میں تیرا کوئی غدر ہے۔  
کہے گا نہیں اے میرے رب۔ پھر فرمائے گا۔ یا  
ہمارے ہاں تیری ایک نیکی بھی ہے۔ اور آج تم  
کوئی غلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک پٹہ نکالا جائیگا  
جس میں اشد ان لا الہ الا اللہ دان محمد عبد اللہ  
ہوگا۔ پھر فرمائے گا۔ اپنے اعمال کے وزن کے  
وقت موجودہ۔ پھر وہ کہے گا۔ اے میرے رب۔ ان  
دفتروں کے مقابلہ میں یہ ہنزد کیا چیز ہے۔ پھر  
فرمائے گا بیشک تم پر غلم نہیں کیا جائے گا۔ آپ  
نے فرمایا۔ پھر سب گناہوں کے دفتر ترازو کے ایک  
پلہ میں رکھ دیئے جائیں گے۔ اور چرزد ترازو کے  
دوسرے پلہ میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر سب دفتر  
(۹۹) پلے ہو جائیں گے۔ اور چرزد بھاری ہوگا  
اللہ کے نام مقابلے میں کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی  
حاصل

یہ نکلا کہ تمام انسانوں کے اعمال بارگاہ الہی  
میں محفوظ رہتے ہیں۔

ویندار مسلمانوں کی روحانی ڈاک  
نبی اکبر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

عَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي  
 الصُّلَى يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا  
 تَوَكَّأَتِ كُرُورُونَ اللَّهُ تَعَالَى أَهْ سَمِعُوا  
 فِي حَاجَتِهِمْ قَالَ فَيَحْفُوا نَهْمًا حَتَّى يَنْتَهِي  
 السَّمَاءَ الْمَدْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ

مہفت روزہ  
۴۸۶  
خدا مالکِ دین  
جلد ۱۱ | ۲۶ اگست ۱۹۵۵ء | شمارہ ۱۵







آذاریں

## اسوہ امام حسین اور م

ہر فرد۔ ہر خاندان اور ہر قوم اگر دنیا میں بام عروج پر پہنچنے کی تمنی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر چند صفات پیدا کرے۔ ان صفات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک صفت ہے ایثار و قربانی۔ اللہ تعالیٰ جس فرد یا جماعت کے اندر یہ صفت پیدا فرمادیں تو اس کی برکت سے وہ فرش سے اڑ کر عرش پر پہنچ جاتی ہے۔ اسلام کی مکمل فطرت تعلیم نے جہاں دوسری صفات اور اخلاق پر زور دیا۔ وہاں اس پر بھی پوری طرح روشنی ڈالی ہے۔

پارہ ۲۵ سورہ شہر رکوع ۱۱ میں اس صفت سے شریف انصاری کی اللہ نے ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

وَبُيُوتُهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَتْ بِهِمْ مُخَصَّصَاتٌ  
دور وہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اپنے اہل گھر پر  
ان کے اپنے ہاں فاقہ ہی ہو ایثار اور قربانی  
کی ضد ہے نفس ہرستی۔ اس کے متعلق مندرجہ  
ہذا آیت کے متصل ہی عجیب انداز میں فرمایا  
وَسَيُؤْتِيَنَّكَ شَيْعَ فَتَكْتُمُ فَادْلِيكَ حَكْمُ  
الْمُتْلُفُونَ داور جو بچا یا گیا نفس ہرستی سے  
پس یہی لوگ ہیں کامیابی حاصل کرنے والے  
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے خاص ترین اولین قریش تھے۔ ان کے بعد  
پیشہ نگار عرب اور پھر تمام بنی نوح انسان  
قرآن کی تعلیم اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کی صحبت بابرکت نے صحابہ کرام رضوان اللہ  
علیہم اجمعین کو ایثار و قربانی کا مجسمہ بنا دیا  
تھا۔ انہوں نے اسلام کے لئے بڑی سے  
بڑی قربانی دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔  
اللہ تعالیٰ ان کی قروں پر کھڑوں رحمتیں  
نازل فرمائے۔ آمین۔ اس راستہ میں سب  
سے پہلی قربانی عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی والدہ محترمہ نے پیش کی۔ وہ جان دے  
کر دوزخ جاوید پر گئیں۔ اس سلسلہ کی ایک  
نمایندہ اہم کردہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ  
کی شہادت بھی ہے۔ انہوں نے اپنی جان و  
دی۔ مگر باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوئے۔

مرد و نداد دست و دست یزید  
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

مسلمان عالم ہر سال ان کی شہادت کی  
یادگار مناتے ہیں۔ سیاہ لباس پہننے جاتے ہیں  
مجالسیں ہوتی ہیں۔ مریضے بڑھے جاتے ہیں۔

علم اور تفریہ نکالے جاتے ہیں۔ سینہ کو پی  
ہوتی ہے۔ مگر جو سبقت وہ ہمیں دے گئے  
تھے۔ اس کو ہم نے بالکل بھلا دیا ہے۔  
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی  
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سچا  
تعداد میں مسلمان دنیا میں سب سے زیادہ  
ہیں۔ مگر اس سبق کو بھلا دینے کے بعد  
وہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہیں۔ باطل کا  
مقابلہ کرنا تو ورکار۔ ہم تو خود باطل  
پرست بن گئے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ  
ہیں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا  
شہیدائی ہونے کا دعوے بھی ہے۔ ہماری  
دائے میں یہ دعوے باطل غلط ہے۔

ہم نے اب تک جو کچھ کیا۔ وہ اس  
قابل نہیں کہ ہیں امام حسین رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ اور ان کے ماہ حضرت نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیامت کے دن اس  
دکھلا سکیں۔

آئیے۔ گزشتہ را حلوۃ۔ آئندہ را  
احتیاط کے اصول پر عمل کر کے آج اپنے  
مستقبل کی فکر کریں۔ اس کا ایک ہی طریقہ  
ہے کہ ہم اپنی پچھلی گناہیوں کی صدق دل  
سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ  
کے لئے اپنے دل میں عہد کریں کہ اے  
اللہ اگر تو نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں  
توفیق مرحمت فرمائی۔ تو ہم ہر لمحہ کوشش  
کریں گے کہ تیرے محبوب کے واسطے کوشش  
قدم پر چل کر اسلام کے لئے حق من دھن  
قربان کر سکیں۔

اَللّٰهُمَّ مَتَّعْنَا ذَاکَ التَّامَّ مِنْ اللّٰہِ  
ہمارا کام کوشش کرنا ہے اور اللہ کا کام ہے  
اس کوشش کو مشکور و بار آور کرنا۔

## کچھ اپنے پاس سے بھی

گزشتہ دنوں ارباب اختیار کی جانب سے  
اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی کہ حکومت  
پنجاب نے مشرقی بنگال کے سیلاب زدگان  
کے لئے ایک لاکھ روپیہ کا عطیہ دیا ہے۔  
اس مطلب کے لئے ایک فنڈ بعنوان  
"گورنر فنڈ" کھول دیا گیا ہے۔ لہذا عوام  
کو بھی چاہیے کہ اپنے بھائیوں کی امداد

میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ "خدا م الدین"  
بھی اس اپیل کی تائید کرتا ہے۔ اور  
اہل اسلام کو دعوت عمل دیتا ہے۔ لیکن۔  
جہاں تک ہمارے عوام کا تعلق ہے۔ ان  
کی بعض کی حالت سیلاب زدگان سے کم  
ابتر نہیں۔ وہ ہنگام اور گرافی کی چکی  
میں پھنسے ہی ہیں رہے تھے کہ روپیہ کی  
شرح کم ہونے سے زندگی دوبارہ ہو گئی  
ہے۔ مگر حکومت کی طرف سے اس کے  
خاتمہ پر شاندار موعید پیش کر جا رہے  
ہیں۔ ان میں دنبار میں عوام سے اس  
کار خیر میں حصہ لینے کی کیا توقع ہو سکتی  
ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے  
تا حال کسی مقتدر اور اہل ثروت کے  
عطیہ کا اعلان نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر وہ  
کچھ دیتے تو اخبارات میں ضرور تشہیر ہوتی  
ہیں افسوس ہے کہ ہمارا ملک اس بارے  
میں خاموش ہیں۔ اگر حکومت کی طرف سے  
عطیہ دیا گیا تو وہ کس کاروبار سے ہے؟  
ہمارے حکمرانوں کے قول کے مطابق عوام  
کا۔ تو گویا عوام نے اپنا حق ادا کر  
دیا۔ خواص نے کیا دیا۔ کیا ہمارے وزراء  
صحابان کی جائیدادیں نہیں؟ کیا وہ  
گراں قدر تنخواہیں نہیں پاتے؟ کیا انہیں  
ضرورت نہیں کہ وہ اس کار خیر میں حصہ  
لیں۔ کیا ان کی ڈیڑھی صرف اپیلوں اور  
دوروں تک ہی محدود ہے۔ ہمارے دوسرے  
امراء کہاں ہیں۔ بڑے بڑے تاجر کہاں ہیں  
لاکھوں روپیہ دار فنڈ میں دینے والے نہنڈا  
کہاں ہیں؟

ہم اپنے حکمران اور اہل ثروت طبقہ  
سے استدعا کریں گے کہ وہ کار خیر میں بھی  
پہل کیا کریں۔ تاکہ ایک اچھی۔ مثال قائم  
ہو اور عوام بھی تقلید کریں۔ ایسی بے اثر  
اپیلیں لا حاصل ہیں۔ کہ خود تو کچھ نہ کیا  
جائے۔ اور دوسروں کو دہی کچھ کرنے کے لئے  
کہا جائے۔ عوام کو قربانی میں قطعاً تامل  
نہیں۔ بشرطیکہ ان کی رہنمائی صحیح ہاتھوں  
میں ہو۔ پہلے دولت مند طبقہ خلوص اور  
خدا خونی سے دست کشائی کرے۔ عوام  
بھی انشاء اللہ حق المقدور خدمت پر  
مستعد ہوں گے۔

(اصل میر)

حقیقت درود خدا م الدین کی توسیع اشاعت  
کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔



# مصلحت وقت اور اسلام

داتا گنج بخش صاحب دینی بی بی شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ

شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں (اقبال)

کاڈی دل نہادند کے پاس آ پہنچا تھا۔ اور اس نازک موقع پر کوفہ سے اسلامی فوجیں دشمن کے ناپاک ہوازم کو لپکنے کے لئے روانہ ہو رہی ہیں جب کہ عین اس وقت چند لوگ حضرت سعد قاص کے خلاف کچھ شکایات لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوئے اب مصلحت وقت کا تقاضا تھا کہ ایسے مرحلے پر تمام صوبوں کے گورنروں کو سنایت دیا اور احترام سے تقرب شامی کے سبب داغ دکھا کر مذہب و ملت کی حفاظت کے لئے تیار کیا جانا اور ہر طرح سے شیطانی حربے استعمال کر کے افسران سلطنت اور عوام کا تعاون حاصل کیا جانا۔ مگر خلیفہ دوم جن کو پروردگار عالم کے مقام فکر و غما پر متمکن فرما رکھا تھا اور جنہوں نے تربیت گاہ نبوی میں برسوں رہ کر عدل و انصاف کے سبق حاصل کئے ہوئے تھے حضرت محمد بن مسلمہ کو جو کہ رسول خدا کے ایک راز دار صحابی تھے بلا کر فرلے گئے۔

اگرچہ یہ نہایت تنگ اور پرخطر وقت ہے تاہم یہ سیاسی ماحول مجھ کو سعد قاص کی تحقیقات سے نہیں روک سکتا۔

ابن محمد بن مسلمہ کو کوفہ روانہ کیا گیا۔ انھوں نے دہلیں جا کر تمام مساجد میں سعد قاص کے متعلق لوگوں کا اظہار کیا اور پھر ان کو لے کر مدینہ منورہ آئے۔ اور یہاں خود حضرت عمرؓ نے ان کا اظہار کیا۔

عصر راز مابیکانہ کرد  
از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

قریب ہی اور ابن الوقتی آج سیاسیات حاضر ہیں دو بڑے کارگر ہتھیار سجھ جاتے ہیں انتخابات کی جیت ایسے ہی ہتھیاروں کی مرہون منت ہے۔ وزارتوں کے نقرہ اور معزول کا کام، شرفیہ قوم اور حقیقی مہمدان ملت کی ذلت کے اسباب ایسی ہیں پر قریب راہوں سے پیدا کئے جاتے ہیں اس فن کے ماہرین اخبارات رسائل اور باقی کراہیہ پر پراپیگنڈہ کرنے والوں سے رات دن خارج خمیں حاصل کرتے رہتے ہیں مگر دشمن ضحیر افراد ایسی خمیں حرکات سے نفرت کرتے ہیں اگرچہ وہ بھی کامیابی کے متمنی ضرور ہوتے ہیں مگر ان کا بلند کردار، اولوالعزمی جذبہ ہمدردی ملت شریف ذاتی اور فرض منصبی کا احساس حرص و ہوا کی آلاش سے بالکل پاک ہونا ہے اور دیدہ دنیا ایک نگاہ غلط انداز سے ان کی خوبی کو دیکھ سکتی ہے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو منفعت ذاتی کے حصول کے لئے ملت فردشی نہیں کرتے۔ اور ادھر اپنے وقار کو قومی اور ملکی مفاد کی خاطر ہر وقت

نگاہ شوق دل زندہ کی تلاش میں ہے

مصلحت وقت کا لفظ ان سامری فن اثرات کا حال ہے کہ اس کو ہر جہت کل کے تمام سیاسی جڑ توڑ کا مینہ دار کہنا چاہیے اجلاس بلائے جاتے ہیں مشورے کئے جاتے ہیں۔ عہد و پیمان کی توثیق کے لئے اداری کتب کا واسطہ دیا جاتا ہے کسی سیاسی دینا کی قربان گاہ پر ہزاروں انسانوں کے ایمان کی جھینٹ چڑھائی جاتی ہے۔ راتوں کا جاگنا اور دنوں کو پیہم کوشتیں ایک مہم کے سر انجام دینے میں بڑی دل جمعی سے کی جاتی ہیں۔ مگر یہی کسی کے داغ میں مصلحت وقت کا خیال آیا۔ آٹا خانہ میں سارے کا سارا اخیل بکھیر دیا جاتا ہے وعدہ وعید اصول و آئین قی اور قومی ہمدردیاں غرضیکہ ہر قسم کی مادی اور روحانی تسامع دم زدن میں سچ نظر آنے لگتی ہے مذہب ملت کے کسی قانون کا احترام باقی نہیں رہتا۔ حتیٰ کہ ہر شخص کی زبان سر پر یہ معمول کی طرح مصلحت وقت کی پکار ہوتی ہے۔ گویا

اک حسین آنکھ کے اشارے پر  
تھلے راہ بھول جاتے ہیں

یہ الفاظ دیگر مصلحت وقت ایک طلسمی قلعہ ہے جس کے بغیر مال و جان کی حفاظت محال بلکہ ناممکن ہے مگر حقیقت بین نگاہوں سے دیکھنے والے جانچ جاتے ہیں۔ کہ یہ دراصل خود فریبی ہے اور نہایت ملک قسم کی غلط فہمی ہے جس کو کوتاہ بین لوگوں کی دنیا میں پالیسی چمکانہ نام دیا جاتا ہے لہذا اس لفظ کے حریص لباس میں ہر گناہ بلکہ امر آج خیال کیا جاتا ہے مگر یاد رہے۔ اسلام اس غلط کاریوں اور چور راہوں سے ہمیشہ نیاز رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے ابھار بھی فرمانبرداری کا نمونہ موجود ہے۔ کہ خدا نے قدوس کے ہر حکم کے سامنے گردن جھکا کر اقرار کیا جائے۔

اسلمت لوب العاطیون

اسلام کا پرستار باطل کی آندھریوں، کفر کے طوفانوں اور اتحادی جھبیلوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور نہ ہی اس کو دشمنان دین کی کثرت مخالفت کر سکتی ہے بلکہ وہ خدا کے دو چہرے کی رحمت پر توکل کرتے ہوئے کو مہمداوں سے ٹکرا سکتا ہے اور اگر ضرورت پڑے تو آگ کے سمندر میں کود پڑنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

آئیے اتار یخ اسلام کے اوراق الٹ کر دیکھیں کہ تادیب کے میدان کو سر کرنے والے شیر دل صحابی حضرت سعد قاص اس وقت کوفہ کے گورنر تھے تبصر دوسری کی سلطنتیں اسلام کے انقلاب در سخی میں لرزہ برائیں ہو رہی تھیں۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایوانیں لالہ ڈھک

قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پہلے گروہ میں اور اس گروہ میں بہت بڑا فرق ہے۔

پرواز ہے دونوں کی یہی ایک نضامیں

خوابیں کا جہاں اور ہے گرس کا جہاں اور

سن لیجئے مصلحت وقت کا نشہ تمام صفات حمیدہ اور اوصاف ستودہ سے انسان کو محروم کر دیتا ہے خدمت خلق کی بجائے فیما بین، بدل و ایشار کی جگہ بڑی اور خستہ اور ادھر فراخ دلی اور مروت سے روک کر تنگ ظن اور تعصب کا سبق دیتا ہے۔ مصلحت وقت عقل و خود کے پوں پر اثراتی ہے مگر استاد عشق کا فیصد اس سے بالکل الگ تھلک ہے شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبالؒ اپنے عارفانہ انداز میں

فرماتے ہیں

نچتہ ہوتی ہے اک مصلحت اندیش ہو عقل  
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام اہل  
بے خطر کو پڑا آتش نرو میں کشت  
عقل ہے، خون کا شائے لب بام اہل

آج سے ساڑھے تیر سو برس پہلے مدینہ منورہ کا زمین دستان اس واقعہ کا شہد ہے کہ مدینا فاروق عظیم بازار میں پھر رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی کہ عجز کیا عاملوں کے لئے چند تو اعداد مرتب کر کے تم عذاب الہی سے بچ جاؤ گے۔ کیا آپ کہ خبر ہے کہ عیاض بن غنم جو مصر کا عامل ہے باریک پرٹے بیٹھا ہے اور اس کے وہاں پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو قرا لایا اور فرمایا کہ عیاض بن غنم کو جس حالت میں پاؤں ساتھ لے کر آؤ۔ محمد بن مسلمہ نے جا کر دیکھا کہ فی الواقع دروازے پر دربان تھا اور عیاض باریک پرٹے پہنچے ہوئے تھے اسی ہیبت اور لباس میں عیاض کو مدینہ منورہ لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہتے آتے آتے کا کھل کا کرتہ پہنایا اور بکریوں کا گلہ منگوا کر حکم دیا کہ جنگل میں جا کر چراؤ۔ عیاض کو انکار کی تو مجال نہ تھی مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے مرعہا بہتر ہے مگر حضرت عمرؓ فرماتے کہ عیاض بن غنم کو اس سے عادیوں سے تیرے باپ کو غنم اسی لئے کہتے تھے کہ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے غرض حضرت عیاض بن غنم نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض منصبی نہایت خوبی سے سر انجام دیتے رہے۔

ہائے! کتنا انصاف پرور زمانہ تھا انصاف کی نظروں میں شاہ و گدا ایک ہی تھے ایک معمولی حیثیت کا فریادی حضرت امیر المومنین سے بازار میں ہم کلام ہو سکتا تھا۔ نہ دربان تھے نہ غنیم کوٹ کی خدمت نہ وکیلوں محروم کی جیبیں بھری جاتی تھیں نہ کوئی حکوم ہونے کی صحت میں دبتا تھا اور نہ کوئی حاکم ہونے کی حیثیت سے اگر فون دکھاتا تھا۔ خدا نے دو جہان کو شہنشاہ حقیقی ماننے والے ہر حکم خدا کے سامنے تسلیم خم کر دیتے تھے متابعت رسول خدا کا جذبہ ہر موقعہ پر دلوں میں مرجون رہتا تھا۔ دنیاوی باہ و جلال کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی چمک نظروں میں نہیں پہنچتی تھی۔ اگرچہ مسجد نبوی کا صحن عجی بیہ سات۔ نقری و ملائی دیورات اور نعل و جہاز

باقی صفحہ ۶ پر



# قتل حسینؑ

انہ بناب مولانا ظفر علی خاں

ترجما قی ہے پھر یاد امام الشہدا کی

بے تاب ہے ہر ذرہ مدینہ کی گلی کا

آنکھوں میں جو آنسو تھے وہ پہلے ہی ہو خشک

کیا نوحہ کرے کوئی حسینؑ ابن علیؑ کا

خاک اڑ گئی کوفہ کی زمانہ کی فضا میں

خوں کر کے محمدؐ کے گلستاں کی گلی کا

معدومی باطل کی ہے مظلومی حق شرح

یہ فیصلہ ہے بارگاہ لہیزلی کا

ہیں زندہ ابھی تک حسنیؑ و حسینیؑ

لاتی کا پتہ ہے نہ نشان سے پہلی کا

سرمایہ ہے خون شہدار روز ازل سے

نمشور یک احمیاء کے عنوان علی کا

اشد کے رستے میں کھاتے ہیں جو گردن

ضامن بے خود انکی ہر ہی اور بھلی کا

ہے حرکت کر بے بلا ہند میں بھی گرم

سرو کہ ملے مرتبہ تم کو بھی ولی کا

روئے میں بھی حکمت ہے مگر وہ نظر ہی ہے

جاں دو کہ یہ وقت اسکی ہے شان علی کا

# مجلسِ حکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمان خان صاحب

آج مورخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد محزوننا و مرشدنا حضرت

مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی : —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفای و سلام علی عبادہ الذین اصطفوا۔

امّا بعد میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں ان احباب کی خدمت کروں، جن کی خدمت میرے ذمے

ہے۔ دراصل یہ جمعرات کا ذکر انہی احباب کے لئے ہے دوسرے احباب آ بیٹھتے ہیں چشمہ باروشن

دل ماشاد خانہ خدا ہے۔ میں کسی کو نہیں روکتا۔ میرے آج کے مضمون کا عنوان ہے یہ

## دل کے چین کا نسخہ

آپ ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس ایک ہیں۔ ہے دوسرا  
لے دیکھئے۔ تو میں کاشت شروع کر سکتا ہوں۔ اس کو اس  
زمیندار نے دوسور پے وید بیٹے دوسرا مزارعہ کہتا ہے  
کہ میرے پاس دو ہیں تو دو اور لے دیکھئے تو دو بھڑی  
کاشت جلدی ہو جائے گی۔ دیکھا آپ نے چین حاصل کرنے  
کے لئے کس طرح بے چینی کے سامان اپنے ہاتھ سے پیدا  
کئے بار ہے ہیں۔

بزار نے اگر دو لاکھ روپے کا کپڑا منگوایا ہے اس کو  
ہر دم ہی خطرہ دے گا۔ کہ کپڑے کی قیمت نہ کر جائے اور  
ایک لاکھ کا ۴۰ ہزار نہ رہ جائے۔ صرف اسے اگر ۲۰ ہزار کا  
سونہ منگوایا ہے تو اسے ہر وقت ہی در رہتا ہے کہ کہیں  
بھاد نہ کر جائے۔ مرفضیہ ہر وقت بے چینی ہی ہے چینی  
ہے۔ ایک سیٹھ کی چینی دکانیں ہوں گی۔ اتنے ہی اس کے  
دل کے ٹکڑے ہوں گے۔ اگر اس کی کلکتہ بیتی، دہلی اور  
کراچی میں دکانیں ہیں تو اس کو ہر وقت ہی ڈر رہے گا کہ  
کہیں کسی دکان کو آگ نہ لگ جائے۔ ان سب کے مقابلے  
میں ایک پنواری خوش ہے وہ ایک روپیہ کے بان خریدتا ہے  
اور شام کو ایک روپیہ بیعہ کھاتا ہے۔ اس کی پونجی بھی بچ گئی۔  
اور روٹی بھی مل گئی۔ نہ اسے آگ کا ڈر ہے نہ پنواری  
قانونی کا تب تحصیلدار یا تحصیلدار کی خوشامد کوئی پرتی  
ہے۔

انسان چین چاہتا ہے چین صرف نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامن گیری میں مل سکتا ہے باقی  
کسی کو چین نہیں۔ پور شاہ کو بھی چین نہیں ہوتا اگر ایک

باقی صفحہ ۱۵ پر

ہر شخص غریب، بھویا امیر بادشاہ بھویا فقیر دل کا چین  
چاہتا ہے۔ چین کو عربی میں اطمینان کہتے ہیں۔ زمیندار سمجھتا ہے  
کہ زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جانتے ہیں۔ دل کا چین  
ہے۔ بزار سمجھتا ہے کہ وہ اپنی دکان میں زیادہ سے زیادہ  
مالیت کا کپڑا جمع کرنے میں چین ہے۔ ملازم پیشہ کو بیڑ بڑھا  
لو چین کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ شادی شدہ شادی کے بعد  
اولاد کے ذریعے دل کا چین تلاش کرتے ہیں۔ یہ سب راستے  
غلط ہیں۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی  
جبنا قدم چین حاصل کرنے کے لئے بڑھایا آتما ہی راہ  
راست سے دور ہوتے گئے اور بے چینی بڑھتی گئی مثلاً  
ایک زمیندار جس کے پاس زمین کے چار مربیع ہیں وہ پانچواں  
مربع لے لیا چھٹا ہے۔ اس کے لئے اس کو پنواری سے  
لے کر دہلی کھنڈ تک سب کے پاس جانا پڑے گا۔ وقت  
خوشامد کے باعث عزت کی روپیہ وغیرہ بھی ضائع کرنا  
پڑے گا۔ پنواری کی خوشامد اور اس کو سلام کرے گا۔ اگر چہ  
دل میں سمجھتا ہے کہ یہ ٹکے کا تو کہ ہے میرے مقابلے میں  
اس کی کیا ہستی ہے کہ فرعون مزاج بنا بیٹھا ہے۔ ایک  
بڑے سے بڑے امیر کا کہنا ہے کہ ہمیں بھی پنواری کو  
رشتہ دینی پڑتی ہے۔ مرفضیہ اپنے مطالبہ کے لئے اس کو  
گھر سے کو باپ بنانا پڑے گا۔ فرض سمجھئے کہ اس کو پانچواں  
مربع زمین کا مل گیا اس کے بعد اس کو اس مربع کے لئے  
پانی حاصل کرنے کے لئے پھر خوشامد وغیرہ کی پکی پکھنی  
پڑے گی۔ اس کے بعد مزارعین کی ضرورت ہوگی۔ ایک مزارعہ



# خرابی اخلاق کے اسباب اور اس کا علاج

از محمد مقبول عالم بی۔ اے ۵ ہجری

ہوا۔ (۲) بد پرپی اقوام نے دولت کے نشے سے مخمور ہو کر کچھ ایسی فواحشات پیدا کیں۔ جن کی وجہ سے انسانی اخلاق بری طرح متاثر ہوئے۔ کچھ نے کچھ ایسے تکلف اور عیاشی کے سامان بھی پیدا کئے جن کی وجہ سے انسانی زندگی اعتدالی سے گر گئی۔ (۳) مشین کی ایجاد سے مزدوروں کی محنت سے فائدہ اٹھایا گیا۔ لیکن تعاونی اصولوں (COOPERATIVE BASIS) پر انہیں منافع میں حصہ نہ دیا گیا۔ پیداوار کی کثرت سے دولت تو بڑھ گئی لیکن غیر عادلانہ معاشی تقسیم کی وجہ سے ایک طبقہ امیر بن گیا اور دوسرا مفلس و نادار رہ گیا۔ اس طرح دونوں طبقے اعلیٰ انسانی اخلاق سے محروم ہو گئے۔ (۴) بدعنوانی کے خاتمے کے بعد جمہوری طرز کی قومی حکومتیں قائم ہوئیں اور ہر شخص کے دل میں حکومت میں حصہ لینے کا شوق پیدا ہوا۔ چونکہ تربیت صحیح نہ تھی۔ اس لئے جاہ و طلبی اور اقتدار پرستی کا جذبہ عام ہو گیا۔ اور خدمت خلق کا جذبہ خفاہ ہو گیا۔ (۵) قوموں کے باہمی تعلقات میں صدق و عدل کو ملحوظ نہ رکھا گیا اور معاہدات کی پابندی نہ کی گئی۔ اس طرح خوفناک جنگیں پیدا ہوئیں۔ جن کا اثر عام انسانی اخلاق پر بھی پڑ گیا۔ دہم خودی زندگی کے تصور اور اعمال کی جوابدہی کو بھلا دیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے پیٹھے ہوئے اخلاقی ضابطے کو توڑ کر نیکی و ہمدی کا امتیاز اٹھا دیا گیا۔ انسانیت کو بربادی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ان مفاسد کا علاج کیا جائے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں (۱) افراد کو اخلاقی ضابطے کا پابند بنایا جائے اور دین کی تعلیم سے ان کے اندر خودی زندگی اور اعمال کی جوابدہی کا احساس پیدا کیا جائے۔ اس طرح خوف خدا پیدا ہوگا جو انہیں برائی سے روکے گا۔ اور رحم و عدل کے جذبات پیدا کرے گا۔ لیکن یہ سب اسے کہ مذہبی تعصب نہ پیدا کیا جائے۔ بلکہ دین کے بنیادی حقائق پر قائم رہتے ہوئے جزوی اصلاحات کو برداشت کرنا سکھایا جائے (۲) انفرادی اخلاق کے علاوہ اجتماعی اخلاقی پروردہ یا جادے اور ہر شخص کو اس نقطہ نظر سے بھی جانچنا چاہیے کہ وہ اجتماع کے لئے کس حد تک مفید ہے۔ اُسے گھر کا بہترین فرد بنانا، بہترین شہری اور انسانیت کا بہترین خادم بنایا جاوے اجتماعی اخلاق کی تربیت کے لئے خدمت خلق کے اجتماعی ادارے قائم کئے جائیں۔ (۳) ملک کے معاشی نظام کی اصلاح کی جائے۔ اور ہر شخص کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے سرمایہ داری کا خاتمہ کیا جائے۔

اچھے اخلاق انسانیت کا زیور ہیں۔ بلکہ انسانیت نام ہی اچھے اخلاق کا ہے۔ ویسے تو انسان بھی ایک قسم کا حیوان ہے۔ اور اس میں وہ تمام خصائص موجود ہیں جو حیوانوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن انسان کی فوقیت عقل انسانی اور اعلیٰ اخلاق ہی کی وجہ سے ہے۔ حیوان اپنی اغراض حاصل کرنے کے لئے کسی ضابطے کی پابندی نہیں کرتے۔ ان کے اندر رحم اور عدل کا احساس نہیں ہوتا۔ ایک شیر اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے دوسرے جانوروں کو چیزتا پھاڑتا ہے۔ اُسے رحم و عدل سے کیا کام؟ حیوانات ذاتی اغراض سے اوپر اٹھ کر محض دوسروں کی بھلائی کے لئے بھی کام نہیں کرتے۔ وہ زندگی کی مشکلات دور کرنے کے لئے ایجادات نہیں کرتے۔ ان کے اندر صفائی اور خوبصورتی کا ذوق بھی نہیں ہوتا۔ یہ سب اخلاق انسان کے اندر رکھے گئے ہیں۔ اور ان کی تکمیل ہی سے انسانیت ترقی کرتی ہے۔

اس دور میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ذاتی آغاذ کو اہمیت دی گئی۔ اور عام انسان کی بھلائی کو بھلا دیا گیا۔ اب حالت یہ ہے کہ ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے اور حیوانوں کی طرح اپنی ذاتی اغراض حاصل کرنیکی فکر ہے۔ خواہ دوسرے لوگوں کا نقصان ہو جائے اسی طرح خودی زندگی کا تصور بھی نہیں رہا۔ دنیا بھر میں مقصود بالذات بن گئی ہے۔ ان حالات میں امن و چین کیسے میسر آ سکتا ہے۔ اور عزت و ایمان کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بلکہ صحت جسمانی بھی قائم نہیں رہی۔ اور امراض و کمزوری کی کثرت ہو گئی ہے۔ بے شک اس دور میں سائنس نے بڑی ترقی کی ہے اور انسانی زندگی کی مشکلات کو آسان کرنے کے لئے مفید ایجادات کی گئی ہیں۔ لیکن ایسی ایجادات بھی کی گئی ہیں جو نفسانی خواہشات کی تکمیل کرتی ہیں اور دوسروں کی بربادی کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔

خرابی اخلاق کے اسباب پر غور کریں۔ تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آ جاتے ہیں۔

(۱) سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی نہیں ہوئی۔ بلکہ اُسے نظر انداز کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اخلاقی ضابطہ قائم نہ رہا اور انسان حیوانی اصولوں پر اتر آئے۔ نتیجہ جنگوں کی صورت میں ظاہر

خداوند الدین لا ہور  
بقیہ مصلحت وقت اور اسلام صفحہ ۴ سے آگے۔  
سے بھر جاتا تھا۔ مگر مردان حق کے دلوں میں جب بھی اور عشق رسولی کے جلووں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔  
مادری فحش ہوا تو مسلمانوں کے سامنے مال غنیمت کی صورت میں ایرانیوں کی صدیوں کی جاہ و عظمت کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ فاروقی گنہ دیکھ کر رونے لگے۔ پوچھا گیا حضور آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ جہاں یہ چیزیں آتی ہیں۔ وہاں حسد، بغض اور نفاق بھی فودا آجاتا ہے۔ مال غنیمت میں سے ایک غایب نکلا جس کا نام قریش بہار تھا، اعلیٰ لوگ اس پر بیٹھ کر شراب پیا کرتے تھے۔ یہ قریش ہزاروں کی مالیت کا تھا۔ مگر حیدر کرار دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ میری رائے ہے کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تاکہ شراب نوشی کی روح دوبارہ تازہ نہ ہو جائے لہذا ایسا ہی کیا گیا۔ آج کل کا تعلیم یافتہ اس فیصلہ کو وحشیانہ تعبیر کر کے غضب ابھی کو چھیڑنے کی ہمت کرے تو اس کی بد نصیبی۔ ورنہ پروردہ رسول خدا کا فیصلہ آخرت کی چواری کرنے والوں کے نزدیک آپ اپنی نظر ہے۔

لگا ہ فقر میں شان سکد ری کیا ہے  
خراج کی جو گدا ہے۔ وہ قیصری کیا ہے۔ اقبال یاد رہے اسلام نے جب سے اس دنیا میں قدم رکھا ہے۔ اولاد آدم کو راہ خدا میں قربانی پیش کرنے کا سبق دیا ہے۔ لہذا حامیان دین حق نے ابتداء سے آفرینش سے لے کر اب تک زمانے کے حوادث سے بے خوف رہ کر بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ مصلحت وقت جس کا عمری حیلہ و بے شری کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس سے ہمیشہ نفرت کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ شرفاء کے نزدیک یہ سراسر خسانہ ہے۔

کار پا کاں روشنی دگر می است  
کار و دناں حیلہ و بے شری است (دولاناوی)  
انبیاء کرام کی زندگیاں تسلیم و رضا کا ایک عملی موقع ہیں۔ ان مبارک ہستیوں نے وقت کے نامراد تقاضوں پر حکم خدا تعالیٰ کو ہمیشہ ترجیح دی اور مصائب و آفات سے کبھی نہیں گھبرائے بلکہ علما اعلان فرماتے رہے۔

سادقہ کچھ بھی توقف نہ کرو کہ منے میں  
ہم تو تیار ہیں ہر موجد و مظلوم کے لئے  
الختصر شیطان لعین کی نظروں میں سیدنا اسماعیل کی قربانی بھی مصلحت وقت کے تقاضوں کے خلاف تھی۔ ابراہیم علیہ السلام کا بڑھاپے میں اپنے سہارے اور آنکھوں کے تارے کو ذبح کرنا حاکم عقل کے فیصلے کے خلاف تھا۔ مگر عشق کا حکم تھا کہ لا فحک ما تو صر اور جب بیٹے کی گردن جھک گئی اور باپ کے ہاتھ میں چھری دیکھی تو عشق محبت کے قدسیوں نے باپ اور بیٹے کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ باقی بر صفحہ ۷



# واقعہ شہادت سیدنا حسین امام عالی مقام

مسجد نبوی سے حضرات صحابہ کرام، صحابہ مدینہ منورہ عصر کی نماز پڑھ کر گھروں کو واپس ہو رہے تھے۔ سورج اپنی رنگین شعاعوں کے ساتھ مغرب کی طرف جا رہا ہے مسجد نبوی کے دروایم پر سنرا آواز آفتاب کی کہنیں بکھار رہی ہیں بعض بعض مصلوں پر خدا رسیدہ مقدس نورانی چہرے والے بزرگ کاشفہ و مراقبہ کے عالم میں مشغول عبادت ہیں انھیں اللہ والے نمازیوں میں ایک گوشہ کی طرف تامل و کونین کے شہزادے امیر المومنین مولا سیدنا حسین علیہ السلام کی آنکھوں کے تارے سیدہ بتول زہرا رضی اللہ عنہ کے دلارے امام عالی مقام حضور سیدنا حسین علیہ السلام بھی رونق آ رہی ہیں۔

یہ ایک ایک نور سہا سہی حضرت امام کے سامنے آ کر مودبانہ انداز میں درخواست کرتا ہے کہ عامل مدینہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔ حضرت امام کے متصل ہی حضرت عبداللہ بن زبیر مصروف اہل بیت کے سپاسی نے اتفاقاً دہرائے۔ جواب ارشاد ہوا تم چلو، ہم عقب سے پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ولید عامل مدینہ کو یزید کا حکم مل چکا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو حضرت امام عالی مقام حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہماری امارت و حکومت کی بیعت لے لو۔ مردان کے مشورے پر صرف حضرت امام اور حضرت ابن زبیر کو فی الفور طلب کیا گیا ہے۔ دونوں حضرات نے باہمی مشورت کی حضرت امام مکان واپس آئے اپنے خدام اہل خاندان کو ہدایات دیں۔ کچھ جاں نثاروں کو ہمراہ لے کر ولید کے یہاں داخل ہوئے۔ پہلے ہیوں کو دروازے پر بٹھا دیا۔ ہاتھ اندر تشریف لے جا کر ولید سے ملاقات فرمائی۔ جہاں مروان بھی موجود تھا۔ یزید کی تخت نشینی اور بیعت کا حکم ملاحظہ فرمایا اپنے متعلق ارشاد فرمایا۔ کہ میرا خفیہ طور پر بحث کو ناموزوں نہیں ہے۔ نہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ تم مجھے عام میں بیعت یزید کا اعلان کرو۔ میں وہیں جواب دوں گا۔

ولید کا رویہ صلح جو یا نہ تھا اس نے عزت و تکریم کے ساتھ حضرت امام کو واپس جانے کی اجازت دی۔ مگر مروان آگ بگولا ہو گیا۔ کہنے لگا یہ کیا غضب کہ رہے ہو حسین کہ بغیر بیعت لے ہوئے نہ جانے دو اگر انھیں ذرا سی مہلت بھی مل گئی تو بغیر خون فراہے کے یہ ہرگز بیعت نہ کریں گے۔ اگر تجھے ہمت نہیں ہے تو میں امام کو ابھر قتل کئے دیتا ہوں۔

ادھر یہ فقرہ مروان کی زبان سے نکلا اور شیر خدا کا فرزند قبضہ شہر پر ڈھک ڈال کر اٹھا اور ترابا لے کا ذب مروان تو یہ ولید ہرگز مجھ کو قتل نہیں کر سکتا۔ یزید مروان

سلمنے سے بھاگا۔ ولید نے محدث چاہی حضور سیدنا امام عالی مقام باعانت مکان واپس تشریف لائے۔ نصیب شب گزر چکی ہے مسجد نبوی نمازیوں سے خالی ہے حضور صاحب لولاک کے مزار اقدس پر ایک اور فقط ایک فشتہ خصال انسان راز و نیاز و شورش و اضطراب کے عالم میں مرض کہ رہے۔ ناما جان۔ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ آپ کی امت کو نام کر سنے والا یزید جس کا فسق و فجور عالم آشکارا ہے۔ جس نے آپ کی شریعت کے احکام کی علانیہ مخالفت کی ہے جو اسلامی عظمت کو لادھمکت سے پامال کرنا چاہتا ہے آپ کے قیظ نظر کو اپنی اطاعت و بیعت کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ ناما جان! اگر آپ کی گودیوں کا پالا حسین ایسے فاسق و فاجر لادھمکت و بے دین جابر عالم کی اطاعت خدا و خواستہ قبول کر لے تو اسلام کا سر بلند بھٹکا نصیب دشمنان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو جائے گا۔ میرے ناما جان اپنے حسین کے تڑپتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ دیجئے میری آنکھیں خون رو رہی ہیں جس مدینہ میں آپ مجھے کاہنوں پر بٹھائے پھرتے تھے جس معطر و منور مسجد میں مجھے دیکھ کر آپ مہر سے اتر آتے تھے۔ آج اس مسجد پاک اور دیار مقدس سے جسے میں کسی حالت میں چھوڑنا پسند نہ کرتا تھا پھڑپھا جا رہا ہے۔ ناما میں سمجھتا ہوں جو بشارت آپ مجھے فرماتے رہے ان کے پورے ہونے کا وقت قریب آ گیا۔

حق و صداقت پر قائم رہوں گا۔ باطل کے سامنے سر نہ جھکاؤں گا۔ جو دھت آپ کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے ہیں وہ فسق و فجور کے سلمنے کس طرح بیعت کر سکتے ہیں۔

میرے ناما حسین کے لئے دلعے صبر و ثبات فرمائیے۔ میں حق کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔ مغرب الدیار ہاجر بننا پسند کروں گا۔ اسزہ و اقربا بچوں عزیزوں کے ساتھ اعلان کلمتہ الحق کروں گا۔ اور تیغ حق کے لئے اگر تلوار اٹھانے کی ضرورت ہوگی۔ تو ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھاؤں گا۔ بس اب یہی آرزو ہے کہ حضور انور کے پاس جلد پہنچوں۔ بابا اب فرقت گوارا نہیں چاہتا ہوں کہ جتنی جلد ہو سکے حاضر خدمت ہوں۔ میں کلیجہ پر پتھر رکھ کر آپ کے دیار سے جدا ہونے کی اجازت مانگنے آیا ہوں مجھے اپنی آغوش شفقت میں لئے رہیں۔ قدم قدم پر آپ کا جلوہ دیکھتا چاہتا ہوں حضرت سیدنا امام عالی مقام چہرہ انور مزار مبارک پر رکھے ہوئے معروضات پیش فرما رہے تھے دیکھ کر شفقت والے ناما جان علیہ الخیرہ و الثنا نے اپنے دونوں ہاتھوں پر گلے لگا کر فرمایا نامانوں کے پاس لے فرزند اسی وقت کے لئے

تجھے پالا تھا۔ شہادت تیرا انتظار کر رہی ہے ایک طرف کفر و الحاد و زندقہ فسق و فجور اسے پہنچا جائے تو میرے کہ سامنا کرے گا۔ دوسری طرف تیرا ایک دم بیٹا۔ گھرنا نہیں جو طرح حضرت سیدنا خلیل علیہ السلام نے رضائے الہی کے لئے خوش خوشی اپنے فرزند کو زندہ کر کے لی تھائی۔ ہم بھی تجھے میدان شہادت کا دھوکا نہ دے کر داند کرتے ہیں۔ وہ دیکھ تخت حکمرانانہ الزہرا، مولا علی رضی اللہ عنہ کے انتظار میں ہیں۔ ہاں حرمت باندھ لے یہ تمام شہادت کا ہے زندگی کے آخری لمحات تک حق کا اعلان کرتے رہنا۔ ہاں ہم محسوس کر رہے ہیں کہ تو غریب اللہ یار ہو کہ اس مدینہ سے کہاں ہم نے دنیا کو لاکھ لایا ہوا چین کو آباد کیا تیرے لئے دو گز زمین بھی نہیں لیکن تو یہاں ہوگا ہم تیرے پاس ہیں گے۔ ہم مجھ سے مدینہ آئے تو مدینہ سے ہمارے ہاں کی طرف سے شہادت کے لئے منتخب کیا جا چکا ہے حضرت امام عالی مقام کی ارشادات عالیاں مستحسن کر بچکیاں بند گئیں۔

مزار مبارک سے سینہ دیاں جو دل کا بھید تھا وہ ان کے دل میں ڈال دیا۔

دولت صبر و استقلال کے لئے اٹھے، دل میں خدا کا شہادت کا نیا جویش موجزن ہوا، دالہ و مقرر کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر نصرت چاہی اور عرض کیا اہل جان! مجھے متانت ہوئی ہے ہوتا تو یہ تھا کہ تمہاری قبر پر جاؤں گشتی کرنا لیکن منظور خدا کچھ اور ہے۔ رات کی تاریکی میں خاندان نبوی کے ساتھ کدہ کی طرف کوچ فرما دیا۔

نوی ذی الحجہ سنہ ۶۱ میں میدان عرفات میں حجاج کا مجمع ہے لیکن حسین علیہ السلام اپنے آخری مزار مبارک اور کدہ کے بھٹ پڑے ہیں سخی صفا و مرہ سے خالص ہو کر صبح سویرے نور کے تڑکے میں قافلہ اہل بیت اطہار کے ساتھ منزل تیغ کی طرف جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کعبہ اپنے جہت میں لینا چاہتا ہے مگر حسین اپنے کعبہ حقیقی کے طواف کا شوق لئے ہوئے کعبہ چھوڑ رہے ہیں۔ دنیا کعبہ کے ارد گرد طواف میں مشغول ہے مگر نبی زادہ رسول حضرت سیدنا حسین امام عالی مقام مدینہ سے نکلتے اور مکہ چھوڑ کر میدان کرب و بلا کی طرف کسی عاتقانہ لڑا کرنا چاہتے ہیں۔

جب دیار حبیب چھوڑا تو کعبہ کیا ہے۔ کعبہ کے قبلہ و کعبہ مدینہ منورہ سے فریضہ عشق ادا کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کیوں کہ ممان تھا کہ کعبہ میں آپ پہنچے بیٹھے رہتے۔

کعبہ کی امامت کے زمانہ میں کوفہ والوں کے اصرار پر حضرت مسلم بن عقیل چچا زاد بھائی کو روانہ کر دیا گیا۔ کوفہ کے ظاہری محبت کرنے والوں نے عقیدت سے حضرت امام حسین عالی مقام کو وطرت دی۔

سیدنا مسلم بن عقیل نے اپنی تصدیق کے ساتھ کتبہ روانہ کر دیا۔ اہل محبت زیارت کے مشتاق ہیں۔ جلد تشریف لائیے۔



# حسین علیہ السلام

## انقلاب

### از جناب شریعہ آباد

# پیغام جدید

### از فیض لکھنؤ

ہمارے یہ فسانہ آہ و فغاں نہ پوچھ دو دن کی زندگی کا غم این و اں نہ پوچھ  
کیا کیا حیات ارض کی ہیں تلخیاں نہ پوچھ کس درجہ ہو لٹاک ہے یہ داستان نہ پوچھ  
تفصیل سے کہوں تو فلک کا نپٹے لگے  
دوزخ بھی فرط شرم سے منہ ڈھانپنے لگے

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دم بدم دشتِ ثبات و عزم ہے دستِ بلا و غم  
صبرِ مسیح و جراتِ سقراط کی قسم! اس راہ میں ہے صرف اک انسان کا قدم  
جس کی رگوں میں آتشِ بدروجنین ہے  
جس سورا کا اسم گرامی حسین ہے

جو صاحبِ مزاج نبوت تھا وہ حسین جو وارثِ ضمیر رسالت تھا وہ حسین  
جو خلوتی شاہِ قدرت تھا وہ حسین جس کا وجودِ مخبرِ مشیت تھا وہ حسین  
ساچے میں ڈھالنے کے لئے کائنات کو  
جو تو لٹا تھا نوکِ ہزارہ پر حیات کو

جو اک نشانِ نشہ دہانی تھا وہ حسین گیتی پہ عرش کی جو نشانی تھا وہ حسین  
جو حسلہ کا امیر جوانی تھا وہ حسین جو اک سنِ جدید کا بانی تھا وہ حسین  
جس کا لہو تلاطمِ پنہاں لئے ہوئے  
ہر بوند میں تھا لوح کا طوفاں لئے ہوئے

ہاں اب بھی جو منارِ عظمت ہے وہ حسین اب بھی جو محورِ محبت ہے وہ حسین  
جس کی نگاہِ مرگِ عداوت ہے وہ حسین آدم کی جو دلیلِ شرافت ہے وہ حسین  
واحد جو اک نمونہ ہے ذبحِ عظیم کا  
اللہ رے انتخابِ خدا کے حکیم کا

ہاتھ غیبی نے بھیجے ہیں بعدِ شوق و امید  
ملتِ پیسا کے فرزندوں کو پیغامِ جدید  
خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو کر سن اُسے  
ذرا ذرا دے رہا ہے ایک جاں پر رونمائی  
ماتوا نول کا سہارا بن کے جو زندہ رہا  
مل گئی اس کو محبت کے خزانوں کی کلید  
اس میں پنہاں زندگی کے سینکڑوں سرکاری  
تو نے پڑھ کر بھی کبھی دیکھا ہے قرآنِ مجید  
اپنا ہر تہوار ہے مستربانیوں کی یادگار  
اس طرف ماہِ محرم اس طرف ایامِ عید  
کچھ بھی ہو آخر شہادتِ رنگ لاتی ہے  
سبز کر دیتا ہے کشتِ قوم کو خونِ شہید  
طاقتوں کے روبرو جھکتا ہے سرِ مغرور کا  
فیضِ لا حاصل ہے محکموں کی ہر گرفتِ شدید



# عشر محرم کی فضیلت

از حاجی کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن مقیم شاہ عالی لاہور

سال کے بارہ مہینوں میں سے چار چھینے بڑے بزرگ و افضل ہیں۔ ماہ محرم ان ہی مہینوں میں سے ہے اور یہ اس لئے افضل نہیں کہ اس میں توبہ کی نکلے جاتے ہیں۔ ماتم کیا جاتا ہے اور مرنے پر سے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ اہم ہی وجہ ہیں۔ اس ماہ میں ایک عاشورہ کا دن یعنی دوسویں محرم آتا ہے۔ اگر صرف اسی کی فضیلت بیان کی جائے تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اس روز خدا تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ تمام پہاڑ، دریا اور ستارے اسی روز پیدا کئے۔ عرش عظیم۔ کرسی اور لوح محفوظ کی پیدائش اسی روز ہوئی۔ جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو اسی روز پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورے کے روز ہی ہوئی۔ اور اسی دن اللہ پاک نے ان کو اہل سے نجات بخشی۔ زعرور ملعون کو خدا نے اسی دن دریا میں غرق کیا اور بنی اسرائیل کو نجات حاصل ہوئی۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو دکھ اور مرض سے صحتی ہوئی۔ اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم پیدا ہوئے۔ اسی روز حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہم السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمیں سے اٹھا کر آسمان میں ایک بلند مقام پر اٹھایا گیا۔ اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے نکلا ہوا ملک پھر ان کے ہاتھ آیا تھا۔ اسی روز حضرت یونس علیہ السلام پھل کے بیٹ سے باہر کئے گئے۔ اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ عاشورے کے روز ہی قیامت برپا ہوگی اور پہلے پہل جو آسمان سے پانی برسا وہ عاشورے کا دن تھا اور سب سے پہلے خدا کی رحمت زمین پر نازل ہوئی وہ بھی عاشورے کا دن تھا۔ علاوہ ان میں اس دن کی اور برکتیں سنئے۔ جو کوئی عاشورے کے دن نہ کھائے وہ بیمار نہیں ہوتا۔ مگر مرض موت سے نہیں بچ سکتا۔ جو کوئی عاشورے کے دن ہاتھوں میں سر نہ لٹکائے۔ تو سانحہ ملک اس کی ہاتھیں نہیں دیکھیں گے۔ جو کوئی عاشورے کے دن کسی بیمار کی بیمار چیرھی کرے تو گویا اس نے تمام بنی آدم کی عیادت کی۔

بعض لوگ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے اور اپنے اہل و عیال پر روزی خرچ کرنے اور فقیروں مسکینوں کو کھانا کھلانے پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں اور وہ اس لئے کہ اس روز حضرت امام حسینؑ بڑی مصیبت اور ظلم اٹھانے کے بعد شہید کئے گئے۔ اور آپ کے دنیا سے چلے جانے کا عام لوگوں کو افسوس اور رنج کرنا چاہیے نہ کہ خوشی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو عاشورے کے

روز ان احکام کے سرانجام دینے کے متعلق جو امر اور حکم دیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے شہید ہونے کی بنا پر نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس کی فضیلت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت امام حسینؑ کو عاشورے کے دنوں میں جو بزرگ دن تھا ان کی مشادوت کیلئے منتخب کیا۔ کہ اگر ایسے بزرگ دن میں شہید ہوں گے تو اس سے آپ کی مشادوت کا درجہ اور بلند ہوگا۔ اور ان کی عظمت و بزرگی میں ہٹانہ کیا جائیگا۔ اگر امام حسینؑ کی مشادوت کے دن کو مصیبت کا دن مشہور کیا جائے تو وہ شنبہ کا دن اس سے اور بھی زیادہ غم اور مصیبت کا دن ہے۔ کیونکہ اس روز خدا کے مقبول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے جی وفات پائی تھی۔ وہ بھی شہید ہوئے تھے، لہذا کہ ان دونوں کا رحلت حوالہ گذار کے وقت ان کے مقدس ہونٹوں پر زہر کا اثر تھا جو آپ نے پہلا لٹھہ لیتے ہی شوق دیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غارتور میں سانپ نے ٹوس لیا تھا۔

اب اس مبارک چھینے اور خصوصاً عاشورے کے دن عمل کرنے کے جو احکام ہیں عرصہ کرتا ہوں جن حضرات کو توفیق ہو عمل کر کے ثواب حاصل کریں اور اگر یاد رہے تو اس سیدہ کار کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی محرم کے چھینے میں روزے رکھے تو اس کو ہر روزے کے برے نہیں روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی ماہ محرم میں عاشورے کے دس روزے رکھے تو اس کو دس ہزار فرشتوں کی عبادت کا ثواب عنایت کیا جاتا ہے اور اگر کوئی خاص شجر کے دن کا یعنی (دسویں محرم) کا روزہ رکھے تو اس کو ہزار حج۔ ہزار عمرہ۔ اور ہزار شہیدوں اور ساتوں آسمان کے رہنے والوں کا ثواب ملتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کوئی وہ دسویں اور گیارہویں تین دن روزے رکھے۔ تاکہ یہود کی مشابہت نہ ہونے پائے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ جو کوئی عاشورے کے دن اپنے گھر میں کھانے کی وصیت کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دسترخوان کو سال بھر تک وسیع رکھے گا۔ وصیت سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی روزمرہ دال دھوئی سفیری ترکاری میں گزارہ کرنا تھا تو اس روز فرما زیادہ مقدار میں گوشت روٹی یا زردہ بلاؤ یا جو اسے میسر آئے پکالے تو سال بھر تک انشاء اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں خیر و برکت رہے گی اور جو کوئی عاشورے کی رات میں کسی مومن کو کھانا کھلائے تو وہ ایسا ہے۔ کہ گویا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو پیٹ

بھر کر کھانا کھلایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی عاشورے کے دن کو بیٹم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے گا تو اس کے عوض اس کو بہشت میں اس درجے عطا کرے گا۔ جس قدر اس کے سر پر بالوں کی تعداد ہوگی۔ سبحان اللہ قربان جلیئے اس کی بخشش درجہ کے۔ یہ تو شفقت سے سرور ہاتھ پھیرنے کا انعام ہے اور اگر کوئی اس بیٹم کی امداد بھی کرے تو پھر تو اس کا انعام کا کوئی حساب ہی نہ ہوگا۔ سر کے بالوں کو صبح سے شام تک بھی گنتے لگے تو میرا خیال ہے کہ ختم نہ ہونگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزے ماہ محرم ہیں اور فرض نماز اور اوصی رات کی نماز کے بعد صبح قدر اور نمازیں ہیں۔ ان میں بہتر نماز وہ ہے جو عاشورے کے روز پڑھی جائے۔ اس ماہ محرم میں اول تو چاند کی رات ہی کو دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ دفعہ قل ہو اللہ بڑھے اور بعد سلام کے سبحان و قدوس پڑھنا و ربنا الملائکہ والروح پڑھے۔

عاشورے کی رات کی بہت نمازیں آئی ہیں دو رکعت نماز روشنی قبر کے لئے بھی اسی دسویں رات میں پڑھی جاتی ہے اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں تین تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھے۔ جو اس نماز کو اس طرح پڑھے گا۔ تو حق تعالیٰ قیامت تک اس کی قبر کو روشن رکھے گا۔ اس دسویں رات میں چار رکعت نماز نفل پڑھی جاتی ہے۔ ہر ایک رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پچاس مرتبہ تو حق تعالیٰ اس کے عوض پچاس گزشتہ سالوں کے اور پچاس آئندہ سالوں کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اور فرشتوں کے گمردہ میں اس کے واسطے قند کے پچاس ٹکڑے ملنے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا عطا نہ ہے مردانے کریم کے انعام و اکرام کا۔ جب یہ کچھ نوافل کے ادا کرنے پر ملتا ہے تو جو اس کے فرائض پہنکا نہ ادا کرتا رہے گا۔ اس کو تو کیا کچھ نہ ملے گا۔

عاشورے کے دن چھ رکعت نماز نفل ادا کرے ہر رکعت میں یہ چھ سورتیں پڑھے۔ والشمس۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ بعد نماز کے غارغ ہونے پر سورتیں جاکر سورہ کافرون پڑھے۔ اللہ تعالیٰ پچاس برس کے لگے اور پچاس برس کے دیکھئے گناہ بخش دیتا ہے۔ اسی عاشورے کے روز دسویں محرم کو چار رکعت نماز نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے چند دفعہ سورہ اخلاص اور بعد اوائے نماز اس کا ثواب حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ کی امداد مبارک کو بخش دے۔ بہتر یہ ہے کہ اول محرم سے عشرہ محرم تک یہ عمل جاری رکھے۔ اس کی برکت سے ان میں تپت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔ اور جن دنوں میں جہنمی کے کام ہیں وہ توبہ ہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ ان پر عمل پیرا ہونے سے انشاء اللہ



زمین و آسمان کو لرزہ آیا۔ کہنے کو بڑی گڑ نے حضرت امام کو شہید کیا۔ مگر کہنے والا پکارا سے قتل حسین اصل میں مرگ یہ ہے اسلام زندہ ہوتا ہے۔ ہر کربلا کے بعد حق و باطل کا یہ موکر آخر وقت تک جاری رہا۔ اور دنیا کو سبق دے گیا کہ باطل کے مقابلہ پر حسین علیہ السلام سے بڑھ کر ثابت حق کی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔ (المنظر)

## یقینی مصلحت وقت اور اسلام

صفحہ ۶ سے آگے۔

یوں عبادت ہو تو زیادہ ہیں عبادت کے ذریعے رسول مقبول اور صحابہ کرامؓ کی زندگی تسلیم و رضا کے واقعات سے بھرپور ہے۔ کیونکہ اسلام کا منشأ ہے کہ کائنات میں مکر و خبیث اور عہد شکنی کو ختم کر کے ان صداقت پسندوں عبادت گزاروں خلق خدا کے ہمدردوں اور راہ خدا میں سرگم ہونے والوں کی تہذیب کو زیادہ کیا جائے۔ جن کے دل غیر اللہ اور باقی مادی اسباب کی کثرت سے مرعوب نہ ہوں۔ بلکہ وہ ہر موقع پر اپنی کامیابی کا سہارا لیں **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** ۵ کو سمجھیں۔ مسلمان ہر زمانے میں حیلہ سازی سے بیزار رہے اور رضا الہی کے تابع رہ کر زندگی بسر کرنے کا عادی ہے۔ مگر افسوس ہے آج کل قوموں کے ارباب حل و عقد مصلحت کی پکار اس قدر بلند کر رہے ہیں کہ کانوں پڑی ہوا ز سنائی نہیں دیتی۔ یاد رہے یہ بے راہروی ہے۔ اس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں دولت و خسران کے سوا کچھ نہیں۔

چھوٹے پھوٹے حوادث سے خائف ہو کر فرمان الہی کو حرم کرنا مصلحت عقیدے کے خلاف ہے۔ بید مجنوں کی طرح مصیبت کے ہر جھونکے پر کانپ اٹھنا جوان مردوں کا شیوہ نہیں۔ بلکہ بندگان حق ہر گاہ کی بندی کہ دار کی شان کچھ اور ہی ہے۔ مرد کی تخلیق ہے زور آزمائی کے لئے گردن سرکش حوادث کی جھکانے کے لئے مرو ہے سیلاب کے اندر اکرانے کے لئے بھر کی پھیری ہوئی موجوں سے ٹٹنے کے لئے دوڑتا ہوا شعلہ خوجلی کا دامن تھا مئے مسکراتا ہو۔ گر جتنے بادلوں کے سامنے

گزار رہا ہے کہ دنیا کو سینے سے لے کر حق کے لئے کس طرح جان دیتے ہیں۔ محترمین کو یہ نہیں معلوم کہ حضرت امام کی شہادت سرخنی نہ تھی بلکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے متحدہ بار اپنے اس نور نظر کی شہادت کا تذکرہ فرمایا۔ واقعہ شہادت ایک امر معلوم تھا۔ جس کے لئے آپ عرصہ سے کمر بستہ تھے۔ قدرت کو اسلامی عظمت اسلامی نظریہ کو ابد قرار برتری عطا فرمایا تھی۔ اسی لئے قدرت نے جگر گوشہ رسول کو منتخب فرمایا۔ آپ پر محبت و خفاقت اسلام کا جذبہ طاری تھا اور آپ دثار شریعت اسلام کی بقا کا اپنے رب سے عہد فرما چکے تھے۔

قرآن اُن کے گھر میں اُترا وہ قرآن کے مفسر اور ارشادات نبویہ کے حافظ تھے۔ جانتے تھے کہ خدائی ارشادات کے مطابق ابتلا و آزمائش نیک بندوں کے لئے تجویز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ ایک حاکم جابر حکومت کی افواج ہیں۔ تمام سامان جنگ سے آراستہ۔ اسلحہ آلات کی فراخی۔ دوسری جہا خاندان اہل بیت اطہار خدا پر نظر ڈالے باطل کا مقابلہ کر رہا ہے۔ وہ جس شان سے آئے ہیں اس کے اندر سر مو فرق نہیں۔ نہ ان کے قدم کثرت افواج سے اور مخالفوں کی فوج سے ڈلگائے ہیں۔ نہ بندش رسد و خوراک نے عزائم میں لغزش پیدا کی۔ نہ ان کو رفقا کی بھوک پیاس نے منتظر کیا۔ ان کے بچوں پر آتشباری کی گئی۔ حملے کئے گئے۔ بچوں۔ نوجوانوں کو قتل کیا گیا۔ مگر ہر واقعہ شہادت کے بعد بھی حضرت امام کی شہادت کے جوش میں نئی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔ بیٹے بھتیجے بھانجے بھائی سب کے سب میدان کارزار میں عروس شہادت سے ہلکار ہوئے۔ سب کی لاشیں حضرت امام حسینؓ نے اپنے ہاتھوں اٹھائیں مگر نہ بان سے آف تک نہ کی۔ یہاں تک کہ یکے دوسرے درپے غنیم کو پسپا کیا۔ جب دیکھا کہ محترم نانا بزرگ باپ والدہ محترمہ سلمینے ہیں ایک ایک دن حج کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں "بیٹا حسین بس اتھرو روک۔ حق کی حفاظت کے لئے سب کچھ قربان ہو چکا۔ اب جان نذر حق و صلاقت کر دو۔ سر جھکاؤ۔ جس سر کو نانا آزمائشیں سلاتے۔ والدہ محترمہ نماز و اذان سے جگہ دیتیں۔ یہی سراب راہ مولا میں خاک آلود ہوگا۔ ہم سب انتظار میں ہیں۔

حضرت امام نے سر جھکایا۔ شوق شہاد میں دشمن کے آخری وار کا انتظار فرمایا۔ یکایک ظالم و سفاک انسان حضرت امام کے منہ مبارک پر سوار ہوا۔ سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔

ندام الدین لاہور  
یقینی واقعہ شہادت حسین صفحہ ۶ سے آگے  
بھرتی محبت باطن عقیدت کا جو مظاہرہ کوفہ والوں نے کیا۔ وہ رہتی دنیا تک ان لوگوں کے دامن پر ایسا بد نما داغ ہے جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتا۔ وادئی محبت میں قدم قدم پر آزمائش و اختیار کا مقابلہ ہر گام پر ہوتا ہے۔

یزید کے ناپاک مساعی میں ذرہ برابر کی نہیں اس نے مراکز حکومت میں جابر و قاتر عباس متین کر دیئے ہیں بشیر بن نفعان کو کوفہ کی گورنری سے موعود کر کے سنگدل انسان عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کے پورے اختیار دے کر حضرات اہلبیتؓ کے احتیصال و مامور کر دیا گیا۔ جس کی جہنش نظر نے حالات کو بدل دیا۔ جن کے سینوں میں محبت اہل بیت کا جذبہ سرور تھا جو سر اور ہاتھوں پر بٹھانے کے لئے آمادہ تھے۔ وہی قتل و آمادہ ہیں۔ حضرت مسلم اور ان کے معصوم فرزند قتل کر دیئے گئے اور کوفہ والے دیکھتے رہے۔

حضرت مسلم اور ان کے فرزندان کی شہادت کی خبریں حضرت سیدنا امام علیؓ کو اس وقت معلوم ہوئیں۔ جبکہ کوفہ چند منزل رہ گیا ہے۔ آپ نے صبر و ثبات سے ان خبروں کو سنا۔ جس خیمہ میں تقریباً ۱۵ سال کے افراد خاندان فرود گشت ہیں وہیں مصداق الہی ہیں۔ تخیل ہی کے سہ پر خاشا شفقت و محبت سے ہاتھ پھیلا۔ عقیق کی پوتی نے فراست سے سمجھ لیا اور کہا کہ اب اس وقت اس انداز سے ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ جیسے بیٹم کے سر پر ہاتھ پھیلا جاتا۔ فرمایا۔ بیٹی تم نے صبح بکھا۔ حضرت مسلم شہید ہوئے مگر فکر نہ کرو۔ نام جس لادہ پریں وہ صبر و ثبات امتحان و آزمائش سے گزر رہے۔ حضرت امام صابر و شاکر نشہ شہادت میں شہر راہ فنا میں آمادہ قربانی ہیں۔ کہنے والے آج بھی ٹکے ہر کس بقدر بہت دوست

اپنی اپنی بریلوں میں جوجی چاہتا ہے بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا قیامت ہے کہ تیرہ سو سال گزر گئے۔ مگر موند شہادت سے ناواقف لوگ ہنوز یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ حضرت امام معاذ اللہ ملک گیری طلب حکومت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ حکومت و سلطنت جن کے گھر کی فرشی ہو۔ تاج و تخت جن کے آسمان سے تقسیم ہوتے ہوں۔ جو اہل بیت اطہار روحانی اعتبار سے جہاں اسلام کے قلوب کے حاکم ہوں ان کی نظریں مادی سلطنت پر کیا جاتیں۔ وہاں نہ تاج و تخت پر نظر تھی۔ نہ اپنی قلت کا غم۔ وہ جانتے تھے۔ کہ ہماری جماعت کم ہے۔ لیکن وہ حسین جو حق پر پیدا ہو۔ جس کی زندگی باطل کی تردید امر بالمعروف کے لئے خلق ہوئی ہو۔ وہ ان سب دشوار گزار لاکھ لاکھوں کو صرف اس جذبہ سے بخشنی



# سفر نامہ مقامات مقدسہ

(۸)

## بیت المقدس

اذنجان خان عبدالحکیم صاحب فیروز سنز کا کھانا

کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ قرآن حکیم میں ان کا کچھ ذکر آیا ہے۔ بنی اسرائیلی مصر میں بڑی دولت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مصر کے بادشاہ فرعون کو بخوبیوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیلیں کا ایک لڑکا بڑی حکومت اور سلطنت کا خاتمہ کرے گا چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیلیں کی اولاد نرینہ کا قتل عام شروع کر دیا۔ جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے ان کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ جو فرعون کے باغ میں سے ہو کر گزرنا تھا۔ فرعون کی بیوی نے صندوق نکھلایا اور ایک حسین بچہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اگرچہ فرعون نے ان کو قتل کرنے کا کئی بار ارادہ کیا۔ مگر خدا کی قدرت حضرت موسیٰؑ دشمن کے گھر میں ہی پل کر جوان ہوئے۔

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیلیں پر فرعون کی قوم (قبیلہ) کے مظالم دیکھ دیکھ کر بہت کڑھتے ایک دن آپؑ نے دیکھا کہ ایک قبیلہ ایک جی اسرائیلیں کو پیٹ رہا ہے۔ آپؑ نے اس کو منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ اس پر آپؑ نے غصہ میں آئے ایک گھونٹہ دیا کہ وہ وہیں جان بچ کر گیا۔ چند دنوں کے بعد آپؑ نے اس بنی اسرائیلی کو ایک اور قبیلہ سے اُبلتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے اس کے لئے اس کی طرف بڑھے۔ اس نے بھاگ کر شاید آپؑ مجھے مارنے آئے ہیں۔ اس نے چلا کر کہا۔ موسیٰؑ! کل تم نے ایک قبیلہ کو جان سے مار دیا تھا۔ آج مجھے مارنے کا ارادہ ہے۔ اس طرح قبیلہ کے مارنے کا راز کھل گیا۔ اور فرعون نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ آپؑ جاکر کر دین چلے گئے۔ یہاں دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چراتے رہے۔ جنہوں نے آخر کار اپنی بیٹی کی شادی حضرت موسیٰؑ سے کر دی۔

ایک رات حضرت موسیٰؑ دور نکل گئے۔ اچانک بھی حاضہ خفیں اور سردی غصہ کی تھی۔ ایک تلاش ہوئی تو دور ایک چنگاری روشن نظر آئی آپؑ نے بیوی کو وہیں چھوڑا اور آگ کی تلاش میں اس روشنی کی طرف چل دیئے۔ آگے بڑھے تو نذر آئی مرنے والے اپنے جوتے اُتار دو۔ یہ خدا کی آواز تھی۔ یہ کہ

بجہ مردار! ۱۲ جون۔ دمشق سے موٹ پر بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں بحیرہ مردار کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کا پانی بے انتہا کڑوا اور تلخ ہے۔ جس کے باعث اس میں نہ تو مچھلی اور نہ کوئی اور جاندار زندہ رہ سکتا ہے۔ لہذا وہی کوئی چیز اس میں ڈب سکتی ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت یہاں کا نظارہ بہت عجیب اور دلکش ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اس کے پانی میں متعدد بار غسل کرنے سے جہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ جس وقت ہم پہنچے۔ چھپاتی دھوپ تھی۔ اور آئینہ کا سفر درپیش۔ اس لئے غسل نہ کر سکے۔ ایک ہوٹل سے پیسی کولے کی ٹھنڈی بوتلوں سے پیاس کی شدت کو قدرے دور کیا۔ بحیرہ مردار کے اس پانی سے پوٹاس اور نمک تیار کیا جاتا ہے۔ یہاں اس کے کارخانے قائم ہیں۔

عمان! ۱۳ اس سے آگے بڑھے تو شرق اردن کے دارالحکومت عمان کو دیکھنے کا موقع ملا شرق اردن کے فوجانہ والی ہاشمی خاندان سے ہیں اور پچھلے دنوں پاکستان میں بھی تشہیر لائے تھے۔ عمان بڑا پُرانا بارونی اور عثمانی شہر ہے۔ موٹریں اس کثرت سے غنیمت کہ چار چار لائٹوں میں بھی نصف میں تک نہ سہاتی تھیں۔ ٹریفک کا نہایت اچھا انتظام ہے۔ دنیا بھر کی ہیزوں سے دکانیں آراستہ ہیں۔ میوے اور سبزوں کی بہتات۔ راستہ میں کٹم کی چوکی سے ایک اصر عثمان جانے والے تھے۔ ہم نے ان کو ساتھ ہی سوار کر لیا۔ انہیں کی سمیت میں عمان کی سیر کی اور پھل خریدنے میں آسانی ملی۔

عمان بیت المقدس سے ۱۰۰ کلومیٹر شمال مشرق کی طرف ہے۔ یہاں برناتی رومن اور عرب تہذیب کے آثار بکثرت ملتے ہیں۔ اچھی تک یہاں رومنوں کا بنایا ہوا ٹھیٹھ اچھی حالت میں ہے۔ جس میں تقریباً ۷ ہزار تاشائی بیٹھ سکتے ہیں۔ کچھ کالج، ہسپتال اور ہسپتال ہیں۔

ہزار حضرت موسیٰؑ بیت المقدس سے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔ یہاں فاختہ پڑھی۔ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیلیں کی اصلاح

خداوند لاہور بقیہ عشرہ محرم کی فضیلت صفحہ ۹ سے آگے۔ بڑے انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے۔ ان کے برعکس جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ جو مصیبت میں کپڑے بھاڑتا ہے یا چھاتی پٹیتا ہے گویا نیزہ لے کر اپنے خدا سے لڑتا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو مصیبت میں دروازہ سیاہ کرے یا کالے کپڑے پہنے یا کپڑے بھاڑ ڈالے یا گھر اجاڑ ڈالے یا درخت توڑ ڈالے تو جتنے نیک پر بال ہیں۔ اتنے ہی گھر دوزخ میں اس کے واسطے بنائے جائیں گے۔ اور گویا ستر بیخبروں کے خون میں شریک ہوا اور اس کا روزہ اور نماز قبول نہ ہوگا۔ جب تک وہ ماتم کا نشان باقی رہے گا اور اس کی گورتنگ کی جائے گی اور اس سے حساب سخت لیا جائے گا۔ اور جتنے فرشتے آسمان اور زمین میں ہیں سب اس پر لعنت بھیجیں گے اور ہزار گناہ اس کے نام لکھے جائیں گے۔ اور قیامت میں قبر سے نکلا اُٹھے گا۔ جو مصیبت میں کپڑا بھاڑے گا۔ خدا اس کا بدن بزرے پر بڑے کر دے گا۔ یا منہ فوج ڈالے گا۔ اور حق تعالیٰ اسے اپنے وجہ کریم کے دیدار سے محروم رکھے گا خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس قسم کے برے اعمال سے بچائے اور نیک اعمال کی توفیق بخشے آمین تم آمین۔

اس موقع پر شربت پلانے کی رسم کو بڑے اہتمام سے کیا جاتا ہے کہ اپنے گمان میں کر بلا کے پیاسوں کو ثواب بخشے ہیں۔ یاد رہے کہ شہیدوں کو شربت نہیں پہنچتا۔ بلکہ ثواب پہنچ سکتا ہے ثواب میں ٹھنڈا شربت اور گرم گرم کھانا سب برابر ہے۔ پھر شربت کی پابندی میں سوائے غلط عقیدے کے کہ ان کی پیاس اس سے بچھکی اور کیا بات ہے۔ ایسا عقیدہ سب گناہ ہے۔ تعزیر بنانے کی برائی ہر شخص جانتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا بڑی ہوگی کہ اس کے ساتھ ایسے ایسے برتاؤ کرتے ہیں جو بالکل شرک اور گناہ ہیں اس پر چڑھا دیا جڑھاتے ہیں۔ اس کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں۔ دھال مرنیٹے پڑھتے ہیں۔ روئے چلاتے ہیں اور اس کے ساتھ باجے بجاتے ہوئے بازاروں میں گشت لگاتے ہیں۔ اس کے دفن کرنے کی جگہ کو زیارت کی جگہ سمجھتے ہیں۔ مرد و عورت آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں۔ نمازیں برباد ہو جاتی ہیں۔ ان باتوں کی برائی کو کوئی نہیں جانتا۔ بعض آدمی اور بکھیرے نہیں کرتے مگر شہادت نامہ پڑھا کرتے ہیں تو یاد رکھو کہ اس میں غلط روایتیں ہوتی ہیں۔ جو صحت میں اور اگر صحیح بھی ہوں۔ تو جب بھی چونکہ سب کی نیت یہی ہوتی ہے۔ کہ سن کر روئیں گے جو سنہ راج میں منع ہے۔



آپ براہ راست خداوند کریم سے باتیں کیا کرتے تھے۔ اسی لئے آپ کو کلیم اللہ کہتے ہیں۔ یہیں آپ کو اور آپ کی سفارش پر آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کو پیغمبری اور ید بیضا اور لاسٹی سے ارزا بننے کے معجزے عطا ہوئے اور آپ خدا کے حکم سے فرعون کے پاس آئے کہ اُسے نیکی اور ہدایت کا راستہ دکھائیں۔ لیکن وہ کب ماننے والا تھا۔ آخر بہت سے مقابلے ہوئے۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام کامیاب رہے۔ اور بہت سے لوگ ان پر اور ان کے خدا سے وحی پر ایمان لے آئے۔

اس پر بھی جب فرعون کے مظالم کم نہ ہوئے تو آپ اپنی قوم کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ فرعون کو جب پتہ چلا تو وہ بھی ایک زبردست لشکر لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دیکھتے ہیں یا بھو تیزم پر بنی اسرائیل نے فرعون کی فوج کو آتے دیکھا تو بہت گھبرائے حضرت موسیٰ نے ان کو تسلی دی اور خدا کے حکم سے سندرہ پانی میں سے راستہ بن گیا۔ اور تمام بنی اسرائیل پانی سے پار اُتر گئے۔ جب فرعون اور اس کی فوج پانی میں اُتری تو وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔

بنی اسرائیل نہایت ہی ناشکرے تھے۔ ان کے لئے من و سلویٰ اُترا تو یہ پیاز و لہسن مانگنے لگے۔ پانی کے لئے اللہ نے ان کے لئے بار بجھنے جاری فرما دیئے۔ لیکن ان کی یہ کیفیت سچی۔ کہ جب کوئی عذاب ان کے سر پر منڈلاتے لگتا۔ تو پھر موسیٰ کے خدا کو ماننے لگتے اور جب وہ عذاب ٹل جاتا تو پھر باغی ہو جاتے۔

حضرت موسیٰ کے اس مزاج کے متعلق اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے حدیث شریف **وَمَنْ عَصَا مَوْسٰی ذَهَبَ لُحْيَتُهُ فِي مَقْبَرَةٍ عِنْدَ الْكُتُبِ الْكَثِيرَةِ** اور فلسطین کے سیاسی حالات کے پیش نظر یہ روایت بنایا تھا۔ یہاں ہر سال عظیم الشان میلہ اور عرس ہوتا ہے۔ جس کے مصداق سلطان موصوف کے اوقات سے پورے کئے جاتے ہیں۔

**بیت المقدس** ۳۴۵ء کیلید میٹر کا فاصلہ طے سے بیت المقدس پہنچ گئے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الْکِیْمِ مِنَ الْجِنِّ الْکَظِیْمِ اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ اِنِّیْ ذِیْ الْجَلَالِ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** یعنی اللہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سال ہجرت سے پہلے ایک رات جب حضرت بیت اللہ کے پاس مقام حجر میں آرام فرما رہے تھے براق پر سوار کر

مسجد حرام سے بیت المقدس تک جس میں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برکات (سرسری شادابی اور دنیا کا مسکن اور مدفن ہونا وغیرہ) رکھی ہیں۔ آپ کو اپنی قدرت کاملہ کے کچھ نشان (مثلاً رات کے چند گھنٹوں میں اتنی طویل مسافت طے کر کے مکہ سے بیت المقدس جانا اور انبیا کی ارواح کا دیکھنا اور ان کو نماز پڑھانا اور وہاں سے صدرۃ المتقیٰ تک جسد مبارک کے ساتھ سراج اور مکالمہ ابھی سے مشرف ہونا وغیرہ خوارق دکھانے کو سیر کرانی بلاشبہ اُسے ہر طرح کی قدرت ہے۔ وہی سب کچھ سننا اور دیکھنا اور یہ وہی مقدس سرزمین ہے کہ جب بنی اسرائیل اس میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ جب تم داخل ہو تو سہو کرتے ہوئے اور جھٹکتے دمکان کہتے ہوئے جاؤ اور خداوند کریم نے ان سے وعدہ کیا کہ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ نعمتیں عطا کی جائیں گی (التیس القرآن) یہیں اور الانبیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت اسحق حضرت یعقوب اور حضرت یوسف مدفون ہیں۔ یہیں حضرت اور حضرت سلیمان نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد تعمیر کی۔ حدیث **حَضَرَ تُوْبَیْتُ الْمَقْدَسَ مِنْ صَلَوٰتِ الْجَنَّةِ** اسی جنتی پتھر کی نسبت ہے جو اس پاک زمین پر موجود ہے۔ یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں ہزاروں سال تک لاتعداد انبیا کرام مبعوث ہوئے اور یہی وہ مقام متبرک ہے جو ہجرت کے سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بنا رہا۔

بچپن کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ والد مرحوم و مغفور کے ہاں چند علم دوست احباب جمع تھے اور انہما ستر کاٹھری اپنا کلام سنا رہے تھے۔ جن میں ایک مصرعہ یہ تھا۔ **جیسا صاحب خدا کہ پیغمبر برستے تھے** اس خط پاک پر واقعی اللہ تعالیٰ نے بارش کی اور اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے۔

بیت المقدس میں اگرچہ کئی بڑے بڑے انگریزی طرز کے ہوٹل موجود ہیں۔ لیکن لاہور سے چلتے وقت حاجی خادم حسین صاحب پیپر ریجنٹ لاہور نے بتایا تھا کہ یہاں نہ ادویہ ہندی کے نام سے شیخ ناظر الحسن صاحب انصاری نے ایک جگہ بنائی ہوئی ہے۔ وہ خود وفات پا چکے ہیں۔ لیکن انکی بیوہ مریم ناظرین کو زیارت وغیرہ کرتی ہیں۔ چنانچہ موٹر سے اُترے تو یہی مقام سامنے نظر پڑا۔ قبیلوں سے سامان اکٹھا کر وہاں پہنچے۔ بی بی مریم موجود نہ تھیں۔ شیخ ناظر الحسن صاحب کے نوجوان صاحبزادے مریم بی بی کے سوتیلے شادی شدہ بیٹے بڑے انتظار آقا خاں کے بعد اپنے حرم سرا سے نکلے۔ بڑے مزاجدار قسم کے نوجوان کئی بار کوئی بات دریافت کی جائے تو ادھر اور جیڑھا سا جواب دے دیتے ہیں۔ سامان آچکا تھا۔ نہ پائے ماند نہ جانے رفتن۔ مجبوراً ہمیں ایک کمرہ کے غسل سے فارغ ہو کر مسجد اقصیٰ میں جا پہنچے۔

عصر کی نماز ہو چکی تھی اور نماز مغرب میں ابھی کافی وقت تھا۔ وہیں چند دعائیں رٹنی شروع کر دیں۔ نماز باجماعت ہوئی۔ دو۔ کھٹ پڑھ کر سلام پھیر لیا۔ جب جامعہ ہو چکی

تو لوگوں نے بتایا کہ نماز مغرب میں خواہ مسافر ہو پوری تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ لاہور ولاقوۃ ایک مولوی باپ کے بیٹے ہوتے ہوئے بخیری کا یہ عالم۔ گھسیٹنے پر دوبارہ تین رکعتیں ادا کیں۔ یہی صورت میری اہلیہ کی تھی۔ عشا کی نماز کے لئے یہیں بیٹھے رہے اور پاس ہی صفہ شریف کے قریب باجماعت نماز ادا کی۔ عبدالحی میر سے ساتھ تھا۔ نیت تو دو رکعت کی باندھی تھی۔ لیکن جب دوسری رکعت میں تشہد پڑھتے تو خیال آیا کہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر بیکار بیٹھے رہیں گے خود خود کھڑے ہو جائیں۔ میں نے عبدالحی کی ٹانگ دبا کر اُسے بجا دیا۔ کہ وہ سلام نہ پھیرے۔ چنانچہ ہم نے چاروں رکعتیں ادا کیں اور اس کے بعد نوافل پڑھتے رہے اور جب نماز ہوئے تو رات کافی ہو چکی تھی۔ اتفاقاً ایک ہوٹل کھلا تھا۔ مگر بند ہونے کے قریب وہیں تھے کباب اور دہی سے شکم پروردی کی اور زادیہ میں ہر گھر سو رہے۔ میں جوانی ہی سے سلاٹ سے چار یا پانچ گھنٹے سے زیادہ سونے کا عادی نہیں ہوں۔ علی الصبح اٹھ کر مسجد اقصیٰ میں چلا گیا۔ جہاں پتہ چلا کہ یہاں وقت میں لاہور سے چار گھنٹے کا فرق ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر زادیہ میں آ کر وہیں کے ایک ملازم سے چائے منگوائی۔ تھوڑی دیر کے بعد بی بی مریم صاحبہ شریف لے آئیں۔ پچاس سال کے لگ بھگ عمر۔ بڑی ہوشیار اور ایک نیک خاتون معلوم ہوتی تھیں۔

میں برس ہوئے میں صوبہ سرحد سے اپنے دو بھائیوں اور ایک بھادج سمیت حج کے ارادے سے چلے بیت المقدس آئی یہاں پہنچ کر میرا ناگھنا نوجوان بھائی بسکی عربیہ برس کے قریب تھی اچانک بیمار ہو کر دفناً پا گیا۔ کچھ اس حد سے سے اور کچھ میری بھادج کے ہاں بچہ ہونے کے خیال سے یہاں کا قیام طویل ہو گیا ہم لوگ اسی زادیہ میں تھے۔ جس روز میں یہاں پہنچی ایسے معلوم ہوا کہ جیسے میرے سر پر مصیبتوں کا ایک ٹوٹ پڑا ہے۔ پانچ چھ ماہ گزرے تھے کہ شیخ ناظر الحسن انصاری کی بیوی جکی اپنے خداوند سے اکثر ناجاتی رہتی تھی بچوں کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں کے ہاں جا چکی تھی۔ شیخ صاحب نے میرے بھائی سے میری بات چیت کی اور سب اہلسان بار امانت فتواست کشید قرعہ خال بنام من دیوانہ زدن ان کی زوجیت میں مجھے بھی وہی مزدوری اختیار کرنی پڑی۔ ہم دونوں نے جو کیا اس زادیہ کی تعمیر پر لگا دیا۔ یہ جگہ حضرت بابا فرید گنج رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ ہے اب ان کروں وغیرہ کی آمدنی۔ میرے سوتیلے بھائی کے شیخ میز کے پاس ہی رہتی ہے۔ میرے حقیقی دو بھائی بھرجو دو اور پانچ برس اور دو لڑکیاں بھرجو دو اور بھرجو دو ہیں۔ مصیبت میں کوئی ساتھ نہیں دینک آئے دن منت نے لوگوں سے ساتھ اور آدمیوں کی تجارت۔ بس ان کا کوئی پنجاب سے کچھ جوڑھی عمر تین دو ماہ سفر کے کوٹہ اور بلوچستان سے ہیں کے ذریعہ اور وہاں سے بھول اور لاہور کے راستے بیت المقدس آئی ہوئی ہیں۔



# خطبات حضرت عبدالصمد

## حاکمیت

ہم اہل بیت ان مہیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں۔ لے لو گوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم کرتا ہے۔ خدا کی قسم کی ہوئی حدیں توڑتا ہے۔ عہد الہی شکست کرتا ہے۔ سنت نبوی سے منحرف ہے اور خدا کے بند پر گناہ۔ سرکشی سے حکومت کرتا ہے۔ اسکی مخالفت قرآن و فطرت واجب ہے۔ اگر یہ دیکھنے پر بھی کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو خداوند تبارک و تعالیٰ اسکو اچھا ٹھکانا نہیں بخشے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے اور رحمن سے سرکش ہو گئے ہیں۔ خدا و ظاہر ہے۔ خدا و الہی مصلح ہیں۔ اہل غیبت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حکم کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔

## شہادت

محافل کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو دنیا نے اپنا رنگ بدل دیا ہے۔ منہ پھیر لیا ہے۔ نیکی سے خالی ہو گئی۔ ذرا سی پچھٹ باقی ہے۔ جیسی زندگی رہ گئی ہے۔ ہونہاری نے احاطہ کر لیا ہے انکو دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر غلبہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں رضائے الہی کی خواہش کرے۔ لیکن میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بجائے خود جہنم ہے۔

## دعوت

لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کرنے دو۔ اپنی اہم کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر مقبول ہو اور تم اسے قبول کر سکو اور میرے ساتھ انصاف کرو۔ تو ہمارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہو گا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے۔ لیکن اگر سنے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کرو۔ تو پھر مجھے کسی بارے کا بھی انکار نہیں تم اور ہمارے سامنے ایسا کر لو۔ مجھ پر ٹوٹا پڑو۔ مجھے ذرا بھی مصلحت نہ دو۔ پہل اعتماد ہمارے حال ہیں۔ پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکو کار کا حامی ہے۔

دیکھ کہ آپ نے وہ روٹی بھی خدا کے نام پر دی اور انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دیکھا تو کوئی شخص نور و لہا لایا تھا۔ روٹیاں گنے کے بعد آپ نے لانے والے سے کہا کہ یہ ہماری نہیں واپس لے جاؤ۔ وہ شخص واپس لے گیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر دروازہ کھٹکا۔ اب کے وہ شخص دس روٹیاں لایا تھا۔ آپ نے وہ روٹیاں رکھ لیں اور محافوں کی توقع کی۔ مہمانوں نے پوچھا کہ آپ نے پہلے روٹیاں کیوں نہ لیں تو آپ نے فرمایا۔ کہ میرے خدا کا وعدہ ہے کہ اس کے نام پر دینے کے عوض وہ دس گنا دے گا۔ اس لئے مجھے دس روٹیاں ملنی چاہئیں تھیں۔ ایک روٹی کم کیوں ملتی اسی گنبد میں سامنے کی طوت حضرت محمد ابوقبیس علم بردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ہے۔

**حضرت یونسؑ** کا قصہ پر شہر الحول میں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار ہے۔ قرآن حکیم میں انکا ذکر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ اہل ینوا کو تبلیغ کر کے تھک گئے اور وہ راہ راست پر نہ آئے۔ تو آپ نے ان کے لئے عذاب کی بددعا کی اور خدا کی طوت سے وحی نازل ہونے سے پہلے ہی شہر سے نکل دیا۔ پھر پچھے تو ایک کشتی دوسری طوت جا رہی تھی آپ بھی اس پر سوار ہو گئے۔ کشتی منجھدار میں پہنچ کر بچکے لے کھانے لگی۔ ملاحوں نے بڑی کوشش کی۔ مگر کشتی نہ سنبھلی۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے۔ ملاحوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھاکا ہوا غلام اس کشتی میں سوار ہے۔ جب تک وہ نہیں اترے گا کشتی کا چرنا مشکل ہے۔ ملاحوں نے سب مسافروں کی طرف دیکھا مگر کوئی یہ کہنے کو تیار نہ تھا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ آخر حضرت یونسؑ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ میں ہی اپنے مالک کا بھاکا ہوا غلام ہوں۔ مجھے دڑا میں پھینک دو۔ مگر ملاح انہیں دیا میں پھینکنے پر لاجی نہ ہوئے۔ آخر حضرت یونسؑ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ انہیں دریا میں پھینک دیں۔ یقیناً ان کی کشتی اس مصیبت سے بچ جائے گی۔ چنانچہ مجبور ہو کر ملاحوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا۔ مگر تھ ہی ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ جہاں آپ نے خداوند کیم سے دعا کی تو مچھلی نے آپ کو ساحل دریا پر اٹھل دیا۔ اب خدا نے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم میں واپس جائیں۔ بات یہ ہوئی کہ جب حضرت یونسؑ نے شہر کو چھوڑا تو اہل شہر نے محسوس کیا کہ واقعی ان پر عذاب الہی نازل ہو کر رہے گا۔ پہلے تو انہوں نے حضرت یونسؑ کی تلاش کی مگر جب نہ ملے تو تمام اہل شہر نے باہر میدان میں نکل کر اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی اور آئینہ کیلئے نیک رہنے کا عہد کیا۔ اس فطرتانہ توبہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عذاب جو ان پر نازل ہونے والا تھا۔ ٹل گیا۔ (باقی آئندہ)

یہ گھر سے حج کے ارادہ سے نکلی ہوئی ہیں۔ ایک تو گرجا والہ کی بیوہ ہیں۔ جگہ ساتھ اعلیٰ ایک خادمہ اور نابینا حافظ قرآن خاتون ہیں۔ جنہیں تمام عمر زیارات اور حج بیت اللہ کا اشتیاق رہا اور باقی چھ اور بڑی مسرت کی حالت میں مانگتی کھاتی اور پاکستان کا نام برنام کر رہی ہیں۔ خدا جانے انہیں پاسپورٹ کس طرح سے مل جاتے ہیں۔ غرض خانہ بھی ہمارے ساتھ ہی تاریخی مقام کی سیر کیلئے چل دیا۔

**مزار حضرت مریمؑ** بیت المقدس میں باب الاسباط کے باہر تھوڑی دور ایک کلیسا میں حضرت مریم والدہ محترمہ عیسٰی کا مزار ہے۔ انہیں کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَ مَرْيَمَ اَتَتْ عِمْرَانَ الْاَيُّ اَحْسَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا مِنْهُ رُوحًا وَ صَدَقَتْ رِكْبَتُهَا وَ كَانَتْ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ اور اہل ایمان کی دوسری مثال حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم بنت عمران کی بیان کی گئی ہے۔ جنہوں نے اپنی عصمت کو فواحش سے محفوظ رکھا۔ اور ہم نے حضرت جبرئیل کے ذریعے ان میں اپنی روح پھونک دی۔ اور انہوں نے اللہ کے حکم اور ان کی جگہ کتابوں کی تصدیق کی اور وہ بندگی کرنے والی ہیں سے تھیں۔ (از تفسیر تیسیر القرآن)

یہ گرجا جس میں حضرت مریم اکرام فرما ہیں۔ چوتھی صدی عیسوی میں شاہ قسطنطین کی والدہ ملکہ ہیلینا نے بنوایا تھا۔ بہت سی سیڑھیاں اتر کر اس تنگ و تاریک مقام پر موم بیٹوں کی روشنی سے جلتے ہیں جہاں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی سونے چاندی کی بنی ہوئی تصویروں جگمگا رہی ہیں۔

سیڑھیاں اترتے ہی حضرت مریم کی والدہ سترہ اور ان کے والد عمران مدفون ہیں۔ بائیں ہاتھ یوسف بخار کا مدفن ہے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو پالا تھا۔

شہر کے اندر ایک چھوٹی سی گلی میں وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کو قید رکھا گیا۔ اس کی دیواروں میں ایک لمبا سا پتھر ڈھائی فٹ کی بلندی پر شیف کی طرح لگا ہوا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس قید خانے میں حضرت عیسیٰؑ کو اس طرح کھڑا کیا گیا تھا کہ ان کی ٹانگیں ان سوراخوں میں پھنس جاتیں اور پاؤں میں بیڑی۔ باہر کی دیوار میں ایک دیکھ کے ذریعے محافل ان کی حفاظت کرتے اور اسی درپے سے پانی اور کھانا دیتے تھے۔

**حضرت رابعہ بصریؑ** جنہیں زیتون کے اندر بائیں ہاتھ اس جلیل القدر ولیہ کا مزار ہے۔ حضرت رابعہ بصری بہت خدا پرست اور نیک خاتون تھیں تمام عمر زہد و ریاضت میں گزری۔ کبھی کوئی بڑا خیال بھی ذہن میں نہیں آیا۔ آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ان کے ہاں کچھ مہمان آئے۔ آپ کے ہاں ایک ہی روٹی تھی۔ مہمانوں کو



## صداقت

لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو! میں کون ہوں۔ پھر اپنے گریبانوں میں محمد ڈالو۔ اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو۔ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا زنتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی روٹی کا بیٹا۔ اس کے عزادار کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا سید الشہداء حمزہ میرے نانا کے چچا نہ تھے؟ کیا ذوالجناہین حضرت جعفر طیار میرے چچا نہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں۔

### سید الشباب اہل الجنة

(ترجمہ)۔ جنت میں نومردوں کے دو دروازے (درجہ)۔ اگر میرا یہ بیان سچ ہے اور مرد سچا ہے۔ کیونکہ منافق میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ تم بتاؤ کیا تمہیں پرہیزگاراںوں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم میں سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو حضرت ابو سبید خدری سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو۔ انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمہیں بتائیں کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں۔ کیا یہ بات بھی میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس لئے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کوئی کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟

### یقیناً خرابی اخلاق کے اسباب اس کا علاج

صفحہ ۶ سے آگے۔

ہم کوئی شخص معاشی تنگی کی وجہ سے خرابی اخلاق میں مبتلا نہ ہو۔ (۴) ملک کے انتظامی نظام کو خدمتِ عام کے اصول پر چلایا جائے اور اس کے لئے بہترین اشخاص کی خدمات حاصل کی جائیں۔ جاہ پرستوں اور عہدے کے طلبہوں کو حکومت میں آنے سے روک دیا جائے۔ کے مصارف کم کئے جائیں اور غیر ملکی ٹیکسوں کم کیا جائیں۔ (۵) فواحشات اور عیاشی کے سامان کو بند کر دیا جائے (۶) تعلیم عام کی جائے تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔

# حسین علیہ السلام شہادۂ نوش فرما کر اسلام کی جہوی اقتدار کو حیات ابدی عطا کر گئے

تاریخ عالم میں انفرادی اور اجتماعی قربانی کی ایسی کئی درختیں مثالیں موجود ہیں۔ جبکہ افراد اور اقوام نے حق و صداقت کی خاطر جابر سے جابر قوتوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور سچائی کی بقا کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کی چھدا نہ کی۔ شہیدانِ حق و صداقت کی اس فہرست میں حضرت امام حسین علیہ السلام منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ایک جابر قوت کے سامنے جھکنے سے انکار کیا۔ بلکہ شخصی اقتدار کے خلاف پہلی مرتبہ عملی احتجاج کر کے اپنے خون سے اسلام کی جہوی اقتدار کی آبیاری کی اور آنے والی نسلیں کے لئے یہ سبق چھوڑ گئے کہ بعض اقتدار اور قوت کی اطاعت کا معیار نہیں ہے۔ اصول کا مقام اس قدر بلند اور اس کا احترام اس درجہ لازمی ہے کہ اپنی اور اپنی اولاد کی قربانی پیش کر کے بھی اس کے تحفظ کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام جام شہادت نوش فرما کر اسلام کی جہوی اقتدار کو حیات ابدی عطا کر گئے اور نعلِ حریت کی اپنے خون سے آبیاری کر گئے۔ آئیے آج ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ شہادتِ حسینؑ میں ہمارے لئے بھی کوئی سبق موجود ہے۔ یا ہمارا فرض محض ماتم کر لینے اور چند مجالس قائم کر لینے تک محدود ہے؟ کیا ہم میں حق و صداقت کے اس جذبے کی کوئی ریت بھی باقی ہے۔ جس نے حسینؑ کو کربلا کے میدان میں پہنچا دیا تھا۔ کیا ہم اقتدار کے سامنے حق کے اظہار کی جرأت رکھتے ہیں؟ اور کیا ہمارا اپنا دامن حرص و ہوا کی آگوشوں سے پاک ہے؟ آئیے اور اپنے دل کو ٹٹولیں کہ ہم نے کتنے مثبت تراش رکھے ہیں اور خدا کے وحدہ لا شریک کے علاوہ کتنے خداؤں کی بندگی کا حلقہ اپنی گردنوں میں ڈال رکھا ہے اور پھر کس طرح معمولی اور پتھر مفاد کی پودیش کے لئے کتنے اصولوں کا خون کرنا پڑتا ہے؟ اگر ہم اسوۂ حسین علیہ السلام پر عمل کرنے سے عاجز ہیں تو پھر حسینؑ کی یاد منانا اور اس عظیم المرتبت شخصیت کا تذکرہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔

پاکستان کے قیام کے بعد پہلی مرتبہ امید

کی ایک شجاع روش ہوئی تھی کہ اس خطہ زمین پر اسلام کے جہوی نظام کی ترویج کی ایک عملی شکل پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن اٹھ برس کی مدت گزر جانے کے بعد بھی ہم منزل کی طرف کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔ ہم اپنے قدرتی وسائل سے کھانا استفادہ نہ کر سکے۔ بلکہ اس کے برعکس ہم نے اپنی نااہلی کے باعث قوم کے بے پناہ جذبہ قربانی اور نفس کو پامال کر کے رکھ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی؟ کہ ہمارے قول اور فعل میں تضاد تھا اور ہم اپنے عقائد کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ ہماری زبانوں پر اتحاد اور تنظیم کے الفاظ رقص کر رہے تھے۔ لیکن ہماری کوششیں اتحاد کو پارہ پارہ کرنے بد صورت ہو رہی تھیں اور ہم جماعتی تنظیم سے قطعاً غافل تھے۔ ہماری زبانوں پر دیانت۔ انصاف۔ صداقت اور اثبات ایسے شاندار الفاظ تھے تو ہمارے عمل بالکل خلاف تھا۔ ہم غریبوں پر دردی اور اقربا نوازی سے تقاضے، بربرے کر رہے تھے۔ رشوت کا بازار گرم تھا اور ہم حقیر سے حقیر مفاد کی خاطر بڑے سے بڑے اصول کا اثبات کرنے پر آمادہ تھے۔ اور یہ سب کچھ صرف ان لوگوں کا عمل ہی نہیں تھا جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور دی گئی تھی۔ بلکہ عوام کا ہر طبقہ اسی مرض میں مبتلا تھا۔ ہمیں ثبوت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ہم یاد رکھنا چاہیے کہ قدرت بہت دیر تک اس قسم کے نمائشے نہیں دیکھا کرتی۔ ہمیں اس صلیبِ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جسے ہم اپنے گناہوں کے لئے ڈھیل سمجھ رہے ہیں اور اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے اصلاح احوال کی طرف قدم بڑھانا چاہیے۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم اسوۂ حسینؑ پر عمل کرنے ہوئے اپنے نفوس کے لئے جہاد کریں اور ان تمام بدایتوں کا قطع فیج کریں جو نفس پرستی کے باعث ہماری قومی زندگی کا روگ بن گئی ہیں۔ اگر ہم نے تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہ کیا تو پھر ہمیں اپنی غفلت اور سببی کے منطقی نتائج سے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے کیونکہ وقت کے ہر لمحہ کی گرفت بہت شدید ہوا کرتی ہے قوم کے ارباب اختیار کو ایک اور موقعہ بہم پہنچایا ہے۔ دستور کا اجلاس ہونے والا ہے۔ اراکین دستوریہ قوم کے یکجا مطالبے سے بخوبی واقف ہیں۔ گریبانوں سے مخالفت بھی ہو رہی ہے لیکن نور خدا کو کفر کی چوٹوں سے بچھا دینا محال نہیں



نفا۔ پھر جب ان کو خود ضرورت ہوئی تو حبیب گنج کی مسجد کے حجرہ میں سے جا کر پڑھایا۔ کیونکہ گھر میں لوگ کام نہیں دیتے۔ بیوی اگر بیمار ہو تو اسکو حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں یا حکیم یا ڈاکٹر کو اس کے پاس لے جاتے ہیں اگر آپ یہ نہ کریں اور نہ وہ کریں تو یہی کیا جائیگا کہ آپ ظالم ہیں دین کے معاملہ میں بھی اسی عقل سے کام لیں اور نہیں تو ہفت روزہ خدام الدین ہی سے جا کر سنا دیا کریں۔ میرے رسالہ حیات۔ خلاصہ الشکاکہ خطبات ان سب کا مستند ہے خدا کو راضی کرنا۔ وہ لے جا کر سنا دیا کریں۔ قیامت کے دن آپ یہ کہہ سکیں گے۔ کہ اے اللہ میں نے اس کو یہ نصیحت تعلیم پڑھایا تھا۔ اب آپ ان سے پوچھ لیجئے کہ انہوں نے اس پر کیا تک عمل کیا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر عورت کو دین کی تعلیم دی جائے تو وہ اللہ اللہ کرنے میں مرد سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ مجھے مساجد بنانے کا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار مساجد مجھ سے بنوائے ہیں ان میں سے دو میں صرف عورتوں کا ہی پیسہ لگا ہے۔ مردوں کا ایک پیسہ نہیں لگا۔ ان میں کنز الہی اور تجربہ بھی ہیں وہ میں عورتوں اور مردوں کا برابر کا حصہ ہے۔ اس مسجد کا جس میں ام بیٹھے ہیں اور برابر کا حصہ ایک عورت کے پیسے سے بنا ہے اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو خدا کے بتائے ہوئے سنے کے اطمینان قلب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

**خطبہ جمعہ بقیہ صفحہ ۱۲ سے آگے۔**  
بخشش کی دعا کے باعث فراہم داری کا تہ لے کر بہشت میں جائے گا۔

**وفات یافتہ اولاد بھائیوں اور دوستوں کی طرف روحانی ڈاک**

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَتَّخِذْ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَأَنَّهُ فِي الْحَيَاةِ يَنْخَلُ دَعْوَةُ تَكْتُمُ مِنْ أَبِي أَدْنَمٍ أَوْ رَجُلٍ صَدَّقَ فَإِذَا لَحِقَهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَكَافَرًا وَوَاقٍ لِلَّهِ تَعَالَى لَيْدَةً خَلَّ عَلَى أَهْلِ الْقَبْرِ مِنْ دَعْوَةٍ أَهْلُ الْقَبْرِ أَهْلُ الْقَبْرِ أَهْلُ الْقَبْرِ وَأَيُّ حَيَاتٍ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْأَمْوَاتِ الْأَمْوَاتِ كَرِهَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شَيْبِ الْإِيمَانِ (سنن جبر)

عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبر میں میت ایسا ہی ہے۔ جس طرح مرنے والا فریاد رسی کرنے والا ہو میت، اس دعا کی تلقین کرنا ہے جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ جب وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو اسے گویا اور چر کچھ بھی دنیا میں ہے۔ ان سب سے گویا بیوی یا بیٹے اور خلیق اللہ بزرگ والوں پر نہ بین والوں کی دعا میں پھارائی میں داخل کرتا ہے اور خلیق اللہ بزرگ والوں کی طرف سے ہر یہ ان کے لئے منتظر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس روحانی ڈاک کے ذریعہ سے منتظر اور کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالی

نفی آسان اور انبات مشکل ہے۔ ہر چیز کا چین اس کے جمع کرنے سے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے ذکر میں نفی سے لطف آتا ہے۔ اللہ کا ذکر چاہتا ہے کہ کوئی نہ ہو۔ جس کمرہ میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہوں۔ وہاں آدھی رات کو اٹھ کر ذکر کرنے میں وہ لطف نہیں آسکتا۔ چرتنا کرہ میں کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کا مکان عایشان ہے اور اس میں صوفیہٹ اور ہر قسم کا سامان آسائش وغیرہ بھی موجود ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان سب چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو کتنی تنگ و دو کرنی پڑی ہوگی؟

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہیے

اس کا گھنسا اور لگانا درد سر پر بھی تو ہے

ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کمرہ خوب سے ہو۔ خوب سے نصیب ہو۔ اس کے لئے کم از کم دو ہزار روپیہ تو چاہیے روپیہ تب آئے گا۔ جب کمائی گئے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اسباب دنیا سے میلہ لگی ہیں۔ اللہ کے پاک نام میں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے نام کا ذکر اللہ ہے کہ بے سرو سامانی میں ہی اس کو یاد کیا جائے۔ مثلاً ایک ایسا کمرہ جس میں نہ سودج چاند اور تندوں کی روشنی سچی کہ فانوس بھی روشن نہ ہو۔ وہاں ذکر الہی میں چین سب سے زیادہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ سوا اللہ سے انقطاع چاہتا ہے۔ اگر کسی کی بچی نے روٹی پکا دی جو آدمی بچی اور آدمی بچی سنی۔ تو وہ شخص کھاتا تو جائے گا۔ مگر اس کو وہ مزہ نہ آئے گا۔ جو ایک تجربہ کار عورت کی پکائی ہوئی روٹی میں آئے گا۔ بعض احباب کہتے ہیں کہ پچھلے اللہ اللہ کرتے تھے۔ مگر لطف نہ آتا تھا۔ آپ نے جس طرح اللہ کا نام

طرح کرنے سے اب لطف آئے لگا ہے۔ اللہ کے پاک نام میں ہر مرد وزن کا حصہ ہے۔ لیکن اس میں اللہ ہی سب سے آتی ہے۔ اطمینان قلب کے باقی سب سنے غلط ہیں۔ صحت اللہ ہی کا بتلایا ہوا نسخہ حینک ہے۔ سنان علم طریق فرض بین سے غافل ہیں۔ سورہ تحریم پارہ ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا ط دل اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ سے بچاؤ۔ یہ فرض کفار نہیں بلکہ فرض بین ہے کہ مسلمان جہاں اپنی نجات کی فکر کرتا ہے۔ وہاں اپنے بیوی بچوں کی بھی فکر کرے۔ میرے پاس بعض مسلمان بھی اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آتی ہیں۔ وہ بچوں کو سنا نہیں لائیں۔ کیونکہ اس سے ان کے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور ذکر میں غل پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو اولاد سے فک اللہ چہارا ہے۔ مستورات کو بھی دین سکھانے کی ضرورت ہے یا تو جو کچھ میں جمع درس اور ذکر کے بعد وضو کرتا ہوں۔ ان کو گھر جا کر سنا دیا کریں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو ان کو جمعہ اور درس میں بھجولیں۔ کوشش گزشتہ اثر سے وارد۔

یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو دین سکھائیں۔ میں نہیں کہتا کہ زور جمعہ اور درس میں لایجئے۔ میری بیوی نہیں آتی۔ لیکن میں نے اس کو سارا قرآن پڑھایا ہے۔ پچھلے ایک دوست کا مکان کراہ پر رہا۔ وہاں کے جا کر ان کو پڑھایا کرتا

خدام الدین لاہور

**بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۵ سے آگے۔**

انہی گرجے توافض ہوتا ہے۔ جس بادشاہ کا ایک چاند بھر فرج دشمن نے غرق کر دیا خیال کیجئے۔ اسکو کتنی بچینی ہوگی سلاطین کی رٹائی میں جرموں نے برطانیہ کے بیٹا و جہاز فرق کئے۔ جرموں کا آبدوز جہاز ایڈن ہر گرجے تباہی مچانا بھڑتا تھا۔ کیا اس وقت شاہ لندن کو چین ہو سکتا تھا جبکہ اس کے جان پہ جہاز فرق ہو رہے تھے حقیقت میں بادشاہ ترسب سے فریادہ متفر ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بادشاہی حاصل کر کے چین پائیں گے لیکن عین خیال آتے وصال است و جنوں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ پیسہ ذکر الہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَعَالٰی الْقُلُوْبَ۔ جرداردوں کا اطمینان اللہ کے ذکر ہی میں ہے۔ اس ارشاد باری کی تصدیق اس ذکر کی مجلس سے ہوتی ہے۔ ہم سب کو چہا اطمینان یہاں نصیب ہے۔ وہ سارے ہمت سے زیادہ ہے۔ لازم پیشہ کو جو یہاں اطمینان ہے۔ وہ اس کو دفتر میں حاصل ہونا نا ممکن ہے۔ کو کار کو جو یہاں چین ہے۔ وہ اس کو دکان میں بیٹھ کر نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ جو چین ہم سب کو یہاں حاصل ہے۔ کیا وہ وزیر اعظم کو حاصل ہے؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کو تو ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں میری پارٹی میرے خلاف ہم اعتماد کا رٹا پاس نہ کر دے۔ وزارت چھن سکتی ہے۔ مگر اللہ کا نام کون چھین سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو وہ اپنے دروازے سے ہٹا دیتے ہیں۔ چنانچہ مٹو۔ دولت نہ اونوں سے وزارت چھن گئی۔ لیکن ہم سب اسی طرح اللہ کے ذکر میں شغل ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس مجلس میں جو سرور حاصل ہے وہ یہاں سے اٹھنے کے بعد نہ رہے گا۔ طبیعت میں سرور عبادت کی قبولیت کی علامت ہے۔

فَاذْكُرُوْا نِيْ اَذْكُرْكُمْ دَمِ جَعِيْ يَادْكُرْ۔ میں نہیں یاد کر سکتا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائی۔ کسی گناہ کے باعث اپنے دروازہ سے نہ ہٹا رہیں لیکن اہل علم کو دیکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھنے کے باوجود دل چاہتا ہے کہ اٹھ کر بھاگ جائے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں ورنہ ان کا دل اچھا نہ ہوتا۔ بلکہ سرور ہوتا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم اسی طرح رات کے ۱۲ بجے تک ذکر الہی کرتے رہیں۔

اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ طالب کی بابت ایسی ہے۔ جیسے زمین پردے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے۔ اور شیخ کی توجہ ایسی ہے۔ جیسے مٹی بدووں کو باقی دینا ہے۔ دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔ اگر کسی سے اللہ کا نام سیکھا جائے کو شطری میں جہاں کو ہاتھ سبھائی نہ دے ذکر الہی کیا جائے تو وہ لذت آتی ہے جو بادشاہ کو شتر تاج شہری کھرا کر اور لاکھوں فرج جو اس کے ابرو کے انفرہ پر کٹ کر کو تیار ہو رکھ کر بھی نصیب نہ ہوگی۔



# بچوں کا صفحہ

## نیا سال

از خادم دین :-

# خون حسین

از محمد الیاس بنی خان چوہا

غافل سنتے بھی ہو کتاب ہے کیا خون حسین  
سیکھ لو پھینٹوں سے میرے حق پرستی کے ہو  
جب کبھی یاد خواں کا رخ ہو گلشن کی طرف  
جب کبھی مر جھارنا ہو بیچ میں کانٹوں کے پھول  
جب کبھی آنے لگے دین برائی ہی پر آج  
جب کبھی پڑنے لگے خطرہ میں ناموس رسول  
جب کبھی پڑ جائے کندھوں پر غلامی کا جوا  
چاہیے مسلم کو پھر تقید فساد نہ بتول  
سرکٹا دے بے دھڑک آنا دینی اسلام پر  
ہاں مگر جائز نہیں کرنا غلامی کا قبول

خاور نگرامی

## قطعہ

سوز و رول کو ظلم سے فی انذار کر دیا

نہروار کو یزید کے بیکار کر دیا

نہند آگئی تو تیغ کے چھاؤں میں لٹ کر

خود سو گیا حیات کو بیدار کر دیا۔

۴۴ ہیں۔ اب وقت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے  
خالق راضی بہ عبادت اور مخلوق راضی بہ خدمت کے  
دین اسلامی اصول کو حال بنائیے۔ پھر جس قوم کے  
ذمہ داران غویوں کے حامل ہوں گے۔ وہ معمولی  
قوم نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک چٹان! جو اس سے  
ٹکرائے گا۔ فنا ہو جائے گا۔

کا فرین ہے کہ خالی محبت کا دعوے نہ  
کرے۔ بلکہ ہر حال میں ان کے نمونہ پر عمل  
کر کے اپنے مالک (مخلد) کی رضا مندی  
حاصل کرے۔ سب سے پہلے انھوں نے  
ظالم اور بدکردار کو مسلمانوں کا خلیفہ بننے  
سے انکار کر دیا۔ کیوں کہ اس سے اسلام  
میں غلط بات پیدا ہوتی تھی اگر وہ خدا خواست  
اس کی تابعداری کر لیتے تو اس کے ظلم اور  
گناہ پر پردہ پڑ جاتا۔ لیکن آپ شہید ہو  
گئے۔ اور اس کو ثابت کر دیا کہ حقیقتاً وہ  
نا اہل اور ظالم تھا۔ پھر آپ نے ہر مصیبت  
میں صبر اور شکر سے کام لیا۔ کسی کو  
گالی گلوچ نہ دی۔ کسی پر ظلم و جبر نہ  
کیا۔ آپ نے نماز کی اس طرح پابندی کی  
کہ کوئی اس کی شال پیش نہیں کر سکتا اور  
نماز ہی میں شہادت پائی۔ ان کے صبر نے  
اسلام کو زندہ کر دیا۔ اگر وہ ذرا بھی بے  
صبری سے کام لیتے اور دنیا کا فائدہ تلاش  
کرتے تو اسلام بدنام ہو جاتا۔

عزیزو! ہم تب ہی صحیح معنوں میں  
مسلمان کہلانے کے مستحق ہو سکیں گے جب ہم  
ہر حالت میں اپنے بزرگوں کے بنائے ہوئے  
اصولوں پر عمل کریں گے۔

بقیہ حسین جام شہادت نوش فرا کر اسلام کی جہری  
اقدار کو حیات داری عطا کریں گے

صفحہ ۱۴ سے آگے :-

قرآن و سنت کے بس کا رویہ نہیں۔ اگر سابقہ حالات  
اسمعی دستور اسلامی کے لئے کوشاں ہوتی اور مستعدی  
سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچاتی تو کوہ ارض پر  
کوئی طاقت دھچ جو آئین اسلامی کا راستہ روک سکتی  
لیکن وہ لوگ نااہلی اور کابلی کا شکار تھے اور اسی  
کی بدولت انہوں نے وہ دن دیکھا جو نہ صرف ان کے  
لئے بلکہ ساری قوم کے لئے باعث صد غم ہے۔ یاد  
رکھیں یزیدی حکومتیں دیر پا نہیں ہوتیں۔ ان کی  
زندگیاں چوروں اور ڈاکوؤں کی زندگیاں ہوتی ہیں  
جس کا عیش و طرب فقط گرفتاری سے پہلے ہی  
ہوتا ہے۔ جو یہی کہ پروانہ الہی آنا ہے۔ وہ کشاکش  
حکامہ کے لئے بارگاہ جباری و قہاری میں پہنچ جاتے

پیارے بچو! گذشتہ اتوار سے ہمارا نیا سال  
یعنی سن ۱۴۱۷ شروع ہو چکا ہے۔ تم  
جانتے ہو کہ ہمارا دین کوئی کھیل تماشہ نہیں جب  
بھی کوئی تہوار آتا ہے تو اسلام ہمیں دوسروں  
کی طرح یہود کی اور بدتمیزی کی اجازت نہیں  
دیتا۔ پہلاری عیدیں اتنی ہیں ہم نہایت آرام و  
سکون سے مسجدوں اور میدانوں میں جمع ہوتے  
ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز کیا ہے؟ اللہ  
میاں کا شکر بجا لینا اس کے سامنے اپنی عاجزی  
اور اس کی بزرگی کا اظہار، اسی طرح دوسرے  
تہوار ہیں۔ وہ بھی ہم اللہ کی یاد میں گزار  
دیتے ہیں، ہمارا نیا سال بھی قربانی اور ہمیشہ  
سیح پر قائم رہنے کا سبق دیتا ہے اس کے  
پہلے ہی ماہ میں ہمارے رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے نواسے امام حسینؑ و دشمنوں کا  
مقابلہ کرتے ہوئے نہ صرف خود بلکہ اپنے  
بہت سے اہل و عیال سمیت شہید ہو گئے  
چنانچہ جب نیا سال آتا ہے تو ہمیں  
ان کی یاد آ جاتی ہے اور ہم غمگین ہو  
جاتے ہیں۔ لیکن چھارے بچو! مسلمان کا غم  
سنانا بھی دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ اللہ  
تعالیٰ حق کی راہ میں ہمیشہ اپنے بندوں سے  
قربانی مانگا کرتے ہیں کسی سے جان کی کسی  
سے مال کی اور کسی سے اولاد کی قربانی مانگی  
گئی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو کہا گیا کہ  
تم میرے حکم پر اپنے بیٹے کو قربان کر دو  
تم نے چڑھا ہو گا کہ کس طرح انھوں نے  
عبر و شکر سے اللہ میاں کی تابعداری کی۔  
نہ روئے نہ چلائے بلکہ چپ چاپ بیٹے  
کو دے دی اور پھری ہاتھ میں لے کر چل دیے  
اسی طرح ہمارے امام حسینؑ کو بھی حق  
اور سچائی کی راہ میں قربانی پیش کرنے کے  
لئے کہا گیا۔ تو انھوں نے بالکل انکار نہ کیا  
اور نہ ہی اس موقع پر بے صبری اور مصیبت  
کا اظہار کیا بلکہ نہایت غری سے اپنی جان  
اللہ کی راہ میں دے دی۔ ان کے دشمن  
نیک حیلان رہ گئے کہ اللہ کے کئے تابعدار  
نہ تھے۔

پیارے بچو! ان کی زندگی میں ہمارے  
لئے بہت سے سبق موجود ہیں اور سچے مسلمان